

فہرست مضمایں

5	۱۔ پیش لفظ
14	۲۔ مقدمہ
21	۳۔ سورۃ فاتحہ
21	ا۔ سورۃ فاتحہ کی اہمیت و مقصد
22	ب۔ سورۃ فاتحہ کی فضیلت
24	اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ
24	ا۔ انسان کی دشمنی کی بنیاد
25	ب۔ ایکیس کا مہلت طلب کرنا اور چیزخ
34	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
39	ا۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱)
39	ا۔ اللّٰہ؛ سچانہ تعالیٰ؛
43	ب۔ ؟ رب ؟
47	ج۔ اہم نکات و خلاصہ
50	۲۔ آلَّرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (۲)
50	ا۔ الرَّحْمٰن ! مقصد تحقیق کو ادا کرنے کے لئے انسان کی فضیلت اور انعاماتِ الہی !
	ا۔ انسان کو صواب دیدی اختیارات دیئے گئے
	ا۔ تقریر خلیفہ کا اعلان
	ب۔ انسان کو اختیار دیا، کہ جس راہ (دین) کو چاہے اختیار کرے
54	۲۔ کائنات کے مکاموں کو مطیع کر دیا۔
55	۳۔ انسان کو علوم سے نوازا گیا

55	ا۔ مقصد زندگی کا علم
58	ب۔ ضروریاتِ زندگی کا علم
	۳۔ انسان کو مختلف طاقتیں اور صلاحیتوں سے نواز گیا
67	ا۔ انسان کی جسمانی ساخت کا انعام
	ب۔ انسان کو حواس کی صلاحیتیں بخشن
74	ج۔ انسان میں اپنی روح پھونکی۔ (روح۔ اللہ رب العزت کا انعام)
	د۔ انسان کو بیان کرنا سکھایا
84	۵۔ تفسیر کائنات
87	۶۔ کا رخلافت کے لئے دین (نظام) کی راہنمائی
93	۷۔ حفاظت و نصرت کا وعدہ
101	۸۔ فرض کی ادائیگی کا صلہ اور انعام و اکرام
103	بعج کی حقیقت کا جائزہ
	ب۔ الرَّحِيمُ
110	اہم نقاط اور خلاصہ
112	۳۔ مَالِكُ يَوْمِ الدِّينِ (۳)
135	اہم نکات
140	خلاصہ
141	۴۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (۲)
141	قرآن مجید کا موضوع.....؛ عبادت :
	ا۔ سمجھانے کا انداز
	ب۔ قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے
150	۱۔ مقصد زندگی کا علم
153	۲۔ ضروریاتِ زندگی کا علم
154	عبادت کیا ہے؟
156	عبادت کو سمجھانے کا انداز



157	Three dimensions theory	چارٹ ۔۔
158		ا۔ منصب خلافت
163		ب۔ اقامتِ دین
168		ج۔ اقامتِ کتاب
174	قیامِ خلافت ہی عبادت ہے	
187	۵۔ اَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (۵)	
188	صراطِ مستقیم	
199		خلاصہ
202	۶۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۶)	
210	۷۔ غَيْرُ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالُّينَ - (۷)	
213	خلاصہ سورۃ فاتحہ	

پیش لفظ

آج کے نامہ دوسری یافہ دور میں ہر آدمی مسائل میں گھرا ہوا ہے اور اپنی مشکلات و مسائل کا روناروتا ہوا نظر آتا ہے۔ دلوں کو موه لینے والی اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی ترقی انسانی مسائل کو حل کرنے کی بجائے دو چند کر رہی ہے۔ سائنسی ترقی کی اس دوڑ میں مصروف انسان مسائل کی وجوہات پر نہ غور کرنے کے لیے تیار ہے اور نہ ہی اس کے حل پر سمجھیگی سے سوچنے سمجھنے کے لیے وقت دینے کو تیار ہے۔ بلکہ اپنے معیار زندگی کو بلند کرنے اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے لیے زیادہ سے زیادہ مال و دولت کے وسائل اکٹھا کرنے کی دوڑ اور لوٹ کھسوٹ میں لگا ہوا ہے، خواہ اسے ان وسائل کے لیے جیسے بھی جائز اور ناجائز حرbe اور ذرائع اختیار کرنے پڑیں، حتیٰ کہ انسانیت پر ظلم کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔

میرے محترم بھائی! یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں کئی طبقات پیدا ہو گئے ہیں۔ اور اس طبقاتی کشمکش نے مسائل کو حل کرنے کی بجائے ان مسائل کو مزید بڑھایا ہے۔ گھر کے ایک چھوٹے سے یونٹ سے لے کر قومی اور بین الاقوامی سطح تک اس لوٹ کھسوٹ میں ملوث انسان، امیر سے امیر تر اور غریب، غریب تر ہو رہا ہے۔ بھوک و افلas سے سکتی اور دم توڑتی ہوئی انسانیت اخلاقی پستی کی انتہا گھرا یوں میں گرچکی ہے، جس کی وجہ سے چوریاں، ڈکیتیاں، زنا کاری اور بدکاری، فحاشی و عریانی، رشتہ خوری و بد امنی، اور قتل و غارت گری کے جرائم تمام ممالک کے معاشروں کا ناسور بن چکے ہیں۔ یہ جرائم کم ہونے کی بجائے عدمِ عدل و انصاف کی وجہ سے بڑھ رہے ہیں اور انسانیت بندی دی انسانی حقوق سے بھی محروم ہو گئے ہے۔ مال و دولت کی لوٹ کھسوٹ کے ان جرائم میں ملوث انسان دراصل قومی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک اپنی برتری اور حکمرانی قائم کرنے کے لیے دوسرے انسانوں کو غلام بنانے کے لیے مختلف حرbe استعمال کرتا ہے۔ خواہ اسے اس کے لیے انسانوں کا ایسی ہتھیاروں سے قتل عام ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

انسانیت پر یہ ظلم و ستم اور انسانیت کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا، اور اپنی برتری و حکمرانی قائم کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان اپنے مقامِ آدمیت (خلیفہ و خلافت) کو مانے سے انکاری ہے۔ اور اپنے مقصدِ زندگی، اللہ کی حاکیت (نظامِ خلافت) کو قائم کرنے کو بھول چکا ہے۔ یاد رہے کہ انسان کی تخلیق کے وقت الہیس نے انسان کے مقامِ خلافت کو مانے سے انکار کر دیا تھا، اور یہ چیلنج کیا تھا کہ میں (الہیس) انسان کو جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ پورا نہیں کرنے دوں گا۔ اس لیے وہ اپنے اس انسان دشمنی کے مشن میں کامیاب ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔

الہیس (شیطان) کے بھلانے اور پھسلانے کی وجہ سے اب انسان کا دوسرے انسانوں پر حقیقت حکمرانی قائم کرنے کی

کوشش و دعویٰ اور حق خلافت سے خود ہی دستبردار ہونا ہی تمام مسائل و مشکلات کی جڑ ہے۔ دنیا میں فتنہ و فساد کی بنیاد ہی انسان کا اپنا دین (نظام، آئین، قانون) بنائ کر دوسرے انسانوں پر مسلط کرنا اور غلام بنانا ہے۔ دوسرے الفاظ میں انسان کا نشو اقتدار (حکمرانی کا ذہنی خمار) ہی دراصل تمام فسادات اور جگہوں کا سبب ہے، جو کہ ابلیس نے (دوستی اور خیرخواہی کے روپ میں) اپنی دشمنی کی وجہ سے انسان کے ذہن میں پیدا کیا ہے۔

جبکہ اللہ رب العزت جو انسان اور پوری کائنات و مخلوق کے خالق، مالک، رازق، اور حاکم مطلق ہیں (اس میں ان کا کوئی شریک نہیں)۔ انہوں نے انسان کو توحیٰ خلافت (مقالم آدمیت) کا اعلیٰ وارفع مقام دیا تھا جو کسی اور مخلوق کو نہیں دیا۔ اور یہ حکم (ہدایت) کیا تھا کہ دین (قرآن، آئین، قانون، اصول و ضوابط) میرا ہوگا۔ اور انسان نے میرے دین کے مطابق عبادت (حاکمیت الہیہ، خلافت قائم) کر کے دنیا میں زندگی گزارنی ہے ﴿اللَّهُسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ کے عہد کے مطابق اگر دنیا میں شرک (نظام باطل) چل رہا ہو گا تو اس میں تو نے شمولیت نہیں کرنی ہے۔ تو پھر تمہیں کسی قسم کا کوئی غم، رنج اور مشکلات و مسائل دنیا میں پیش نہیں آئیں گے، اور دنیا عدل و انصاف اور امن و آشتی سے بھر جائے گی۔

آج ابلیس (شیطان) اور اس کے ساتھی شیاطین من الجن والانس ہی دراصل فتنہ و فساد اور انسانیت کی تباہی و بر بادی کا سبب ہیں۔ ظاہری خوش نہاتری کے روپ (لbadے) میں وہ انسانیت کو اس کے مقالم آدمیت (خلفیٰ و خلافت) سے گرا کر دین باطل (نظام باطل کی ظلمات) میں پھنسائے ہوئے ہیں۔ بلکہ انسانوں (عوام) کو حق حکمرانی (جمهوریت و سو شریم) کا دھوکہ (چکہ) دے کر خلافت دشمنی، مسائل و مشکلات، فتنہ و فساد، جنگ و جدل میں جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ انسان دنیا میں امن و سلامتی سے (نظام خلافت میں) زندگی گزار سکے۔

پھر خاص طور پر اسی دین دشمنی (نظام خلافت کی دشمنی) کی بنا پر آخرت کی زندگی میں بھی اللہ رب العزت کی سزا و دوزخ میں ابلیس کے ساتھی بنانے کی کوشش میں ہیں۔ جیسے کہ اللہ رب العزت نے صاف صاف قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ جو لوگ ابلیس شیطان کے پھنڈے میں پھنس کر (یعنی میرے دین اسلام کو چھوڑ کر دین باطل میں) زندگی گزاریں گے، وہ دنیا میں ذلیل و خوار (مغضوب) ہو کر مسائل و مشکلات کا شکار ہیں گے (جیسا کہ آج انسانیت کہیں آپس میں جنگ و جدل اور کہیں سیلا بولوں و زلزلوں کی زد میں ہے) اور آخرت میں بھی ابلیس کے ساتھ دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے۔ نعم ذبی اللہ من ذالک۔ آج اللہ رب العزت، نبی مکرم ﷺ اور دین اسلام کے دشمنوں کو دنیا کے ذہن ترین تھنک ٹینک کی معادنت، دنیا کے مالدار ترین سرمایہ داروں کا خطیر سرمایہ، اور مالدار ترین پروپیگنڈہ سازوں کا طویل ترین تجربہ میسر ہے۔ مثلاً الیکٹرونک میڈیا، پرنٹ میڈیا، انٹرنیٹ، لی وی چینز، وی سی آر، کیبل وغیرہ، دن رات اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہیں۔ اور پھر دشمن بڑا طاقتو، ہوشیار و چالاک اور دنیا کی بڑی بڑی فرعونی طاقتلوں کا مجموعہ اور اتحاد ہے۔ (الکفر ملة واحدۃ)

دوسری طرف ہمارے اپنے دوست کچھ تو نادان (بے وقوف و ناجھہ فرقہ پرست) اور کچھ بڑے ہوشیار و چالاک،

کچھ دوستوں کی روزی روٹی کا مسئلہ ہے۔ کچھ پیٹ کے بچاری ہیں اور کچھ دوست منافقین شعار، دوست نمادشمن، کچھ کے پیٹ میں بعض وحد کے سبب سدا سے مردڑ رہتے ہیں۔ نادان دوستوں کا مسئلہ ہوشیاروں سے بڑھ کر پچیدہ اور ہوشیاروں، منافقوں، فرقہ پرستوں کی چالاکیاں بیگانے دشمن سے زیادہ فتنہ خیز ہیں۔

دنیا میں بہادر سے بہادر، طاقتور سے طاقتور آدمی بھی عقل مند نہیں کھلائے گا اگر وہ وہ اپنے جماعتیوں اور ہمنواوں میں کی اور مخالفین اور دشمنوں میں اضافے پر قلک مند اور تشویش میں بنتا نہ ہو۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر قدم پھونک پھونک کر اور صبر و تحمل اور تدبیر سے اٹھایا جائے۔ حکمت و دانائی اور بہترین کردار عمل سے دنیا کو گرویدہ بنایا جائے، نہ کہ دشمن۔ جبکہ ہماری بے تدبیری، بے صبری، بے عملی و نادانی، بے حکمتی اور بدکرداری نے چاروں طرف مخالفت اور دشمنی کے کانٹے بکھیر دیے ہیں۔ آج کے اسلام مخالف زہریلے پروپیگنڈے اور ہماری دین اسلام، قرآن سے لاعلمی اور صدیوں کی غلامی نے ہمارے ذہنوں سے ”الہ“، ”رب“، ”عبادت“، ”شرک“، ”دین اسلام و دین باطل“، ”ایمان“، ”عمل صالح“، ”حکمت“ اور ”طاغوت“ وغیرہ کے مفہوم ہی کو کھڑچ کھڑچ کرنکاں دیا ہے۔ جو کہ یقیناً غالب نظام، دین باطل اور بیرونی اقوام سے مرعوبیت اور مغلوبیت ہی کا نتیجہ ہے۔ خاص طور پر جب سے نظام باطل (وطن پرستی، قوم پرستی اور جمہوریت کا طاغوت) ہم پر مسلط ہوا ہے۔ غالب اقوام کا ہر قدم ہمارے لیے سہانا و قابل تقدیم بنا ہوا ہے۔ ظاہری مکونی اور غالب قوم کی چمک دمک، نفسیاتی برتری، مال و دولت کی ریل پیل، مادی ترقی، تہذیب و تمدن کی سہولتوں اور مادی وسائل کی چکاچوندنے ہماری نظر اور عقل کو خیرہ کر دیا ہے۔ ہم ذہنی طور پر اتنے مروع ہو گئے ہیں کہ اپنے اصل دین / قانون الہی سے ہی دستبردار ہو چکے ہیں جبکہ اللہ رب العالمین کا فرمان ہے کہ

۱۔ ﴿لَا يَعْرِّنَكُ تَقْلِبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْأَلَادِ ۖ مَتَاعٌ قَيِيلٌ ۗ ثُمَّ مَا وَلَهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَإِنَّمَا إِلَيْهَا دُرُدٌ﴾^(۱۷)

(آل عمران: 196-197)

”تمہیں کافروں کی شہروں میں چلت پھرت مروع نہ کر دے۔ یہ تو بہت ہی تھوڑا فائدہ و متعہ ہے۔“

اور پھر فرمایا کہ:

۲۔ ﴿لَا تَمْدَدَنَ عَيْنَيَكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ ۖ وَ لَا تَحْزُنْ عَلَيْهِمْ ۖ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾^(۱۸) (الحجر: 88)

آپ اس متعہ دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے اور نہ ہی ان کے حال پر افسوس کریں۔ ان کو چھوڑ کر ایمان لانے والوں کی طرف جھک جائیں۔

۳۔ ﴿وَدُّوا لَوْ تَكُفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَنَوُونَ سَوَاءٌ فَلَا تَتَخَذُوا مِنْهُمْ أَوْلَيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدُّكُوْهُمْ ۖ وَلَا تَتَخَذُوا مِنْهُمْ وَلِيًا ۖ وَلَا أَصِيرًا﴾^(۱۹)

(النساء: 89)

”کہ وہ (دشمن) لوگ تو چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں (وہیں اسلام سے انکار کرنے والے ہیں) اسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ۔ (یعنی وہیں اسلام سے انکار کر دو یا پھر جاؤ)۔ تاکہ تم اور وہ سب یکساں ہو جائیں۔“

اسی مروعوبیت کی وجہ سے ہم اپنے دین/ نظام الٰہی (خلافت) کی صحیح ترجیحی اور تصویر ہی انسانیت کو پیش نہیں کر سکے۔ جس کی بنابر ہم خود بھی اور پوری انسانیت بھی اللہ رب العزت کے دین (نظامِ خلافت) کی رحمت و برکت، امن و سلامتی اور عدل و انصاف سے محروم ہیں۔ بلکہ انسانیت کے لیے دین کے راستے میں سدر را ہم خود بننے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے انسانیت وہیں اسلام (نظام خلافت) کے متعلق عجیب و غریب غلط فہمیوں والوں میں بتلا ہے۔ مختلف قسم کے خدشات و خطرات اپنے ذہنوں میں بسائے ہوئے ہے۔ جبکہ انسانیت خود نظام باطل/ طاغوت/ نظام غیر اسلام کے ظلم و ستم اور نا انصافیوں کا شکار اور جگہری ہوئی ہے لیکن نظام اسلام/ خلافت کے خلاف غلط و بے بنیاد پروپیگنڈہ کی وجہ سے سہمی ہوئی ہے۔ اسے حوصلہ دینے اور نظام اسلام/ خلافت کی اصل تصویر دکھانے کی ضرورت ہے۔ ستم رسیدہ اور ظلم و جور کی ماری ہوئی بھوکی اور بیاسی انسانیت کو اس کا مقصد تخلیق تباہے اور محسن انسانیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے خلاف را شدہ کے امن و سلامتی، عدل و انصاف کے فلاجی اور رفاهی نظام کی خوبیوں اور نعمتوں سے حکمت و تدبیر کے ذریعے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔ انسانیت کا انگ انگ پیاسا ہے اور روح ترس گئی ہے.....

ہے کوئی اس دکھی اور مظلوم و مقتول انسانیت کو مایوسی اور نامیدی سے نکال کر وہیں اسلام کے امن و سلامتی اور عدل و انصاف کے دامن میں پناہ دینے والا؟..... اور انسانیت آج جس قتل و غارت گری کی تباہی کے گڑھے اور آگ کے کنارے پر کھڑی ہے اس سے بچانے والا اور اسے اس کا مقصد تخلیق سمجھانے والا؟

افسوں اور دکھتو یہ ہے کہ آج وہیں اسلام/ خلافت کے مدعی ”مسلم لوگ“، دنیا کے انسانیت کو وہیں اسلام/ نظام خلافت کی صحیح تصویر ہی نہیں پیش کر سکے اور نہ ہی انسانیت کو اس کا مقصد زندگی باور کر سکے۔ بلکہ خود ہی وہیں جمہوریت/ طاغوت سے مغلوبیت کی وجہ سے مروع اور منتشرہ ہیں ہیں اور بدترین نظام باطل (جمہوریت) کو اسلام کا لبادہ پہننا کر ”جمہوریت، جمہوریت“ کا راگ الپ رہے ہیں۔ اور اس جمہوریت کے ذریعے جاگیر دار اور سرمایہ دار حکمران ہمارے بنتے ہیں اور کھیل دشمن کا کھلتے ہیں۔ مگر اس تحریکی اصطلاحات کے کھیل سے خود بھی بے خبر ہیں جو مغرب نے ہم پر مسلط کیا ہوا ہے۔

دشمن تو دشمن ہے۔ اس نے تو اپنے جھوٹے اور بے بنیاد پروپیگنڈہ سے، اپنی عیاری اور مکاری سے، مسلمانوں کو دہشت گرد اور دین اسلام/ خلافت کو دہشت گرد پیدا کرنے والا ثابت کرنا ہی ہے بلکہ ابلاغ کے زور پر دنیا کو ثابت کر کے دکھا دیا ہے؟..... لیکن کیا ہم نے وہیں اسلام/ نظام خلافت کو انسانیت کے لیے امن و سلامتی دینے والا، پیار اور محبت بانٹنے والا، ظلم سے نجات دلانے والا اور فلاجی و رفاهی نظام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے؟ اور یہ اسے بتایا ہے کہ یہی نظام چلانا تمہارا دنیا

میں سمجھنے کا مقصد تھا؟

جناب والا! جب ہم اپنے تابناک ماضی پر نظر دوڑاتے ہیں تو تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ محبوب اللہی (رحمت للعالمین) جب تشریف لائے تھے تو دنیا نے انسانیت اسی طرح آگ کے گڑھے، قتل و غارت گری، ظلم و ستم اور تباہی کے دہانے پر کھڑی تھی۔ ظالم اور باطل نظام نے انسانیت کو مختلف لسانی، گروہی، علاقائی اور نسلی تضادات و مفادات میں تقسیم کر کے ابلیس کی شیطانیت کو اسی طرح مات کیا ہوا تھا جس طرح آج ہوا ہے۔ اللہ رب رحیم و کریم کی رحمت نے جوش مارا اور اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت للعالمین بناء کر انسانیت پر احسان عظیم فرمایا۔

جب آپ تشریف لائے تو آپ نے ”الست برکم“ کے عہد کے مطابق انسانوں کو بھولا ہوا عہد و سبق اور اس کا مقصد تخلیق یاد کروایا اور بھولی ہوئی انسانیت کو بتایا کہ اللہ رب العزت نے انی جا عمل فی الارض خلیفۃ کے اعلان کے مطابق انسان کو زمین پر اعلیٰ و اشرف مقام دے کر / خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ وہ اپنادین / نظام / آئین و قانون بنائے کر دنیا میں من مانی زندگی گزارے۔ بلکہ اللہ حکم الحاکمین کے آئین و قانون / دین / قرآن کے مطابق حاکمیت اللہی / خلافت قائم کرے۔ یہی انسان کا مقصد زندگی یا مقصد تخلیق ہے اور دنیا کو بتایا کہ عہد الاست و رعبادت کیا ہے۔

فرمانِ اللہی ہے: ”دنیا میں جب کبھی تم میری ہدایات / احکامات / دین پاؤ تو جو لوگ اس کے مطابق زندگی گزاریں گے (پیروی کریں گے) ان کو کسی قسم کا کوئی رنج، غم، خوف و ہزن نہیں ملے گا۔ اور جو لوگ میری ہدایات / احکامات / دین اور قرآن کو جھٹلائیں گے، اس کا انکار کریں گے، ان کو جہنم کی شکل میں سخت عذاب دیا جائے گا۔“ (البقرة: ۳۸، ۳۹)

دوسری جگہ فرمایا کہ:

”اب تمہارے پاس جب کبھی میری ہدایات پہنچ تو جو میری ہدایات / احکامات / دین و قرآن کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ اس کی پیروی کریں گے وہ کبھی بھی گمراہ نہ ہوں گے اور نہ ان کو مشقت و مصیبت آئے گی۔ اور جو لوگ میرے قرآن، ذکر سے منہ موڑیں گے ان کی معیشت زندگی تنگ کر دی جائے گی اور وہ قیامت کے روز اندھے اٹھائے جائیں۔“ (طہ: ۲۲۱-۲۲۱)

محسن انسانیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو بتایا کہ انسانیت کی تباہی کا باعث اللہ حکم الحاکمین کے قرآن / دین / آئین / احکامات کی خلاف ورزی / انکار ہے اور مقصد تخلیق اور مقصد زندگی کو بھول جانے کی وجہ ہے۔ اور باطل نظام زندگی / جاہلیت کی وجہ سے انسانیت ذلت و رسوانی کے گڑھوں میں گرچکی ہے اور رزق کے وسائل و ذرائع ہوتے ہوئے بھی مختلف زندگی کے بھرانوں میں پھنسی ہوئی ہے اور باطل نظام ہی کی وجہ سے جاگیرداروں، سرمایہداروں، قبضہ گروپوں، قومی دولت کے لیثروں، قرض خوروں، ڈاکوؤں، کے پروردہ حکمرانوں نے انسانوں کو اپنا غلام بنا کر رکھا ہے۔

محسن انسانیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لا الہ الا اللہ کاغذ انسانیت کو دیا جس کا مقصد و مداعا ہی یہ تھا کہ کوئی الہ / معبد نہیں یعنی کسی

غیر اللہ کی عبادت نہیں کی جا سکتی۔ دوسرے الفاظ میں اللہ رب العزت کے بغیر کسی دوسرے انسان ساختہ (Man Made) دین، قانون/ نظام/ آئین میں زندگی نہیں گزاری جا سکتی۔ دنیا کی زندگی میں دین/ نظام/ آئین و قانون (قرآن) صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی کا چلے گا۔ یہی انسان کی عبادت/ ڈیوٹی/ فرض ہے۔ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تخلیق کرتے وقت ہی انسان کو بتلا دیا تھا۔ یہی ”الست برکم“ کے عہد کا مقصد تھا۔ اور یہی ”انی جاعل فی الارض خلیفة؛ کا مطلب و مدعای تھا۔ یہی نظام خلافت ہے کہ قانون/ دین/ نظام اللہ حکم الحاکمین کا ہوگا اور انسان اس کو دنیا کی زندگی میں چلائے گا۔ محسن انسانیت محمد ﷺ کا مقصد بعثت یہی تھا کہ نظام باطل، جامیلیت کو ختم کر کے نظام خلافت/ حاکمیتِ الہی کو عملاً انسانیت کے لیے قائم کرنا ہے۔ جب ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پورے دورے نبوت کا شمرہ و نتیجہ نظام خلافت کو قائم کرنا ہی ملتا ہے۔ یہی آپ محمد ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے۔ یہی ماڈل، نمونہ ہمیں محبوبے الہی دیکر گئے ہیں۔ یہی سب سنتوں کی ایک سنت ہے۔ یہی سب فرائض کا ایک فرض ہے۔ یہی احسن عمل ہے جو ہمارے ذمہ ہے۔

محسن انسانیت محمد ﷺ نے نظام باطل کو مناکر نظام خلافت/ حاکمیتِ الہی کو قائم کر کے انسانیت کے مقصد تخلیق کو پورا کر دکھایا۔ انسان کو انسانیت کی اعلیٰ وارفع معراج اور مقامِ آدمیت (خلافت) پر متنکن کر دیا۔ پھر آپ ﷺ کے خلافے راشدین نے آپ کے قائم کردہ نظام خلافت کو قائم رکھ کر ستم رسیدہ، ظلم و ستم کی ماری ہوئی، بھوکی و پیاسی انسانیت کو امن و سلامتی اور عدل و انصاف مہیا کر کے روٹی، کپڑے اور مکان سے بے نیاز کر دیا۔ انسانیت نے دیکھا کہ ایک بد و قوم جو جانوروں کو پالتی اور جانوروں جیسی خصلتیں رکھتی تھی وہ نظام خلافت/ حاکمیتِ الہی کے انعامِ الہی سے بہرہ ور ہو کر انسانیت کے اوچ کمال پر متنکن ہوئی۔ جس کی مثال آج تک دنیادینے سے قاصر ہے اور نہ ہی اس کے بعد انسانیت کو حقوق انسانیت، امن و سلامتی اور عدل و انصاف دنیا مہیا کر سکی ہے۔ اسی اللہ رب العزت کی حاکمیت/ نظام خلافت کے قیام کے لیے ہم نے پاکستان کو حاصل کرتے وقت ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا نعرہ لگا کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا۔ اور پاکستان کی صورت میں زمین کا ٹکڑا تو علیحدہ کر لیا لیکن یہود و ہندو کے مروجہ نظام باطل سے آزادی نہ لے سکے۔ جس کی وجہ سے آج وطن عزیز خانہ جنگی میں مبتلا ہے۔ غیر ملکی ایجنسیاں (امریکہ، بھارت، اسرائیل) پورے ملک میں بم دھماکوں کے ذریعے معمصون انسانوں کا قتل عام کر رہی ہیں اور دوسری طرف حکمران اپنے ہی لوگوں کو ریاستی دہشت گردی کا نشانہ بن رہے ہیں۔ پھر یہی نہیں اسی وعدہِ الہی کی خلاف ورزی اور باطل پرستی سے قوم و وطن عزیز پر زلزلوں اور سیلا بولوں کی شکل میں عذاب بھی آرہے ہیں۔ جنہیں عذاب سمجھنے کی بجائے، کیش کر کے عیش و عشرت کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ انفرادی اور اجتماعی طور پر نظام باطل (جمهوریت) سے توبہ کر کے (پلٹ کر) نظام حق/ خلافت کو وطن عزیز میں قائم کیا جائے۔ یہی انسان کے ذمہ لگائی گئی ”عبادت“ ہے، اور یہی قرآن مجید و فرقان حمید کا بنیادی موضوع ہے۔

نجم الدین

مقدمہ

مولف: مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب

کتاب قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں:

اله، رب، دین اور عبادت، یہ چار الفاظ قرآن کی اصطلاحی زبان میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ قرآن کی ساری دعوت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا رب والہ ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی الله ہے اور نہ رب، اور نہ الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک ہے۔ لہذا اسی کو اپنا الله اور رب تسلیم کرو، اور اس کے سوا ہر ایک کی الوہیت و ربوبیت سے انکار کر دو، اس کی عبادت اختیار کرو، اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اس کے لئے اپنے دین کو خالص کرو، اور ہر دوسرے دین کو رد کر دو۔

۱۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾^(۱)

(سورۃ الانبیاء: ۲۵)

”هم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کی طرف یہی وجہ کی ہے کہ؛ میرے سوا کوئی الله نہیں ہے۔
لہذا میری عبادت کرو۔“

۲۔ ﴿وَمَا أُمِرْتُ إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾^(۲)

(سورۃ التوبہ: ۳۱)

”اور ان کو کوئی حکم نہیں دیا گیا، بجز اس کے کہ ایک ہی۔ الله، کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی؛۔ الله، نہیں ہے۔ وہ پاک ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔“

۳۔ ﴿إِنَّ هَذِهِ أَقْتَلُكُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ وَّأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾^(۳) (سورۃ الانبیاء: ۹۲)

”یقیناً تمہارا (یعنی تمام انبیاء کا) یہ گروہ ایک ہی گروہ ہے، اور میں تمہارا۔ رب، ہوں، لہذا میری عبادت کرو۔“

۴۔ ﴿قُلْ أَغَيَرَ اللَّهُ أَبْغِيْ رَبِّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ﴾^(۴) (سورۃ الانعام: ۱۶۵)

”کہو، کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور۔ رب، ملاش کروں، حالانکہ وہی ہر چیز کا۔ رب، ہے۔“

۵۔ ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقاءَ رَبِّهِ فَلَيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكُ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾^(۵)

(سورۃ الكھف: ۱۱۰)

”تو جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہے، اسے چاہئے، کہ نیک عمل کرے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی اور کی عبادت شریک نہ کرے۔“

۶۔ ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الظَّاغُوتَ﴾ (سورۃ النحل: ۳۶)

”ہم نے ہر قوم میں ایک رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا، کہ اللہ کی عبادت کرو، اور طاغوت کی عبادت سے پر ہیز کرو۔“

۷۔ ﴿أَفَغَيْرُ دِينِ اللَّهِ يَبْعَدُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكُرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ﴾ (سورہ آل عمران: ۸۳)

”تو کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں، حالانکہ جتنی چیزیں آسمانوں و زمین میں ہیں سب چاروں چار اسی کی مطیع ہیں، اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔“

۸۔ ﴿فُلُّ إِيمَانِكُمْ أُمْرُتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ﴾ (سورہ الز مر: ۱۱)

”اے نبی کہو، کہ مجھے حکم دیا گیا ہے، کہ اللہ کی عبادت کروں، اپنے دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔“

۹۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ (سورۃ آل عمران: ۵۱)

”اللہ ہی میرا رب بھی ہے، اور تم سب کا بھی۔ لہذا اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔“

یہ چند آیات محض نمونہ کے طور پر ہیں، ورنہ جو شخص قرآن کو پڑھے گا، وہ اول نظر میں محسوس کر لے گا کہ قرآن کا سارا بیان انہی چار اصطلاحوں کے گرد گھوم رہا ہے۔ اس کتاب کا مرکزی خیال (سنّہل آئیڈیا) یہی ہے کہ اللہ رب اور الہ ہے۔

اور ربوبیت والہیت اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہے۔

لہذا عبادت اسی کی ہونی چاہئے۔

اور دین خالصہ اسی کے لئے ہونا چاہئے۔

اصطلاحات اربعہ کی اہمیت!

اب یہ ظاہر بات ہے، کہ قرآن کی تعلیم کو سمجھنے کے لئے ان چاروں اصطلاحوں کا صحیح اور کامل مفہوم سمجھنا بالکل ناگزیر ہے۔ اگر کوئی شخص نہ جانتا ہو، کہ الہ اور رب کا مطلب کیا ہے۔؟ عبادت کی تعریف کیا ہے؟ اور دین کسے کہتے ہیں؟ تو دراصل اس کے لئے پورا قرآن بے معنی ہو جائے گا۔ وہ نہ توحید کو جان سکے گا، نہ شرک کو سمجھ سکے گا۔ نہ عبادت کو اللہ کے لئے مخصوص کر سکے گا، اور نہ دین ہی اللہ کے لئے خالص کر سکے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذہن میں ان اصطلاحوں کا مفہوم غیر واضح اور ناکمل ہو تو اس کے لئے قرآن کی پوری تعلیم غیر واضح ہو گی، اور قرآن پر ایمان رکھنے کے باوجود اس کا عقیدہ اور عمل دونوں

نامکمل رہ جائیں گے۔ وہ لا الہ الا اللہ کہتا رہے گا اور اس کے باوجود بہت سے ارباب میں دون اللہ، اس کے رب بنے رہیں گے۔ وہ پوری نیک نیتی کے ساتھ کہے گا، کہ میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا، اور پھر بھی بہت سے معبودوں کی عبادت میں مشغول رہے گا۔ وہ پورے زور کے ساتھ کہے گا کہ میں اللہ کے دین میں ہوں۔ اور اگر کسی دوسرا دین کی طرف اسے منسوب کیا جائے، توڑ نے مرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ مگر اس کے باوجود بہت سے دینوں کا قلاوہ اس کی گردان میں پڑا رہے گا۔ اس کی زبان سے کسی غیر اللہ کے لئے؛۔اله،؛ اور؛۔رب،؛ کے الفاظ تو کبھی نہ تکلیں گے، مگر یہ الفاظ جن معانی کے لئے وضع کئے گئے ہیں ان کے لحاظ سے اس کے بہت سے؛۔اله،؛ اور؛۔رب،؛ ہوں گے، اور اس بے چارے کو خبر تک نہ ہو گی۔ کہ میں نے واقعی اللہ کے سوا دوسرا؛ ارباب،؛ و؛ الہ،؛ بنا رکھے ہیں۔ اس کے سامنے اگر آپ کہہ دیں کہ تو دوسروں کی۔ عبادت، کر رہا ہے۔ اور دین میں شرک کا مرتكب ہو رہا ہے، تو وہ پتھر مارنے اور منہ نوچنے کو دوڑے گا، مگر۔؛ عبادت،؛ اور؛۔ دین،؛ کی جو حقیقت ہے، اس کے لحاظ سے واقعی وہ دوسروں کا عابد اور دوسروں کے دین میں داخل ہو گا، اور نہ جانے گا کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں، یہ حقیقت میں دوسروں کی عبادت ہے۔ اور یہ حالت جس میں مبتلا ہوں، یہ حقیقت میں غیر اللہ کا دین ہے۔

غلط فہمی کا اصل سبب!

عرب میں جب قرآن پیش کیا گیا، اس وقت ہر شخص جانتا تھا کہ؛۔اله،؛ کے کیا معنی ہیں، اور؛۔رب،؛ کے کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں لفظ ان کی بول چال میں پہلے سے مستعمل تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ان الفاظ کا اطلاق کس مفہوم پر ہوتا ہے۔؟ اس لئے جب ان سے کہا گیا کہ اللہ ہی اکیلا؛۔اله،؛ اور۔؛۔رب،؛ ہے۔ اور الوہیت وربویت میں کسی کا قطعاً کوئی حصہ نہیں، تو وہ پوری بات کو پا گئے۔ انہیں بلا کسی التباس و اشتباہ کے معلوم ہو گیا کہ دوسروں کے لئے کس چیز کی فہمی کی جا رہی ہے۔ اور اللہ کے لئے کس چیز کو خاص کیا جا رہا ہے۔ جنہوں نے مخالفت کی یہ جان کر کی، کہ غیر اللہ کی الوہیت وربویت کے انکار سے کہاں کہاں ضرب پڑتی ہے۔ اور جو ایمان لائے وہ یہ سمجھ کر ایمان لائے، کہ اس عقیدہ کو قبول کر کے ہمیں کیا چھوڑنا، اور کیا اختیار کرنا ہو گا۔ اسی طرح؛۔عبادت،؛ اور؛۔دین،؛ کے الفاظ بھی ان کی بولی میں پہلے سے رانج تھے۔ ان کو معلوم تھا، کہ؛ عبد؛ کے کہتے ہیں؛۔عبدیت؛ کس حالت کا نام ہے،؛ عبادت؛ سے کون سارو یہ مراد ہے، اور؛۔دین،؛ کا کیا مفہوم ہے۔ اس لئے جب ان سے کہا گیا کہ سب کی عبادت چھوڑ کر صرف اللہ کی عبادت کرو، اور ہر دین سے الگ ہو کر، اللہ کے دین میں داخل ہو جاؤ، تو انہیں قرآن کی دعوت سمجھنے میں کوئی غلط فہمی پیش نہ آئی۔ وہ سنتے ہی سمجھ گئے، کہ یہ تعلیم ہماری زندگی کے نظام میں کس نوعیت کے تغیر کی طالب ہے۔

لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ کے وہ اصل معنی، جو نزول قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے، بدلتے چلے گئے، یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لئے خاص ہو گیا۔ اس کی

ایک وجہ تو خالص عربیت کے ذوق کی کمی تھی۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسلام کی سوسائٹی میں جو لوگ پیدا ہوئے تھے ان کے لئے؛ اللہ، اور؛ رب، دین اور؛ عبادت؛ کے وہ معنی باقی نہ رہے تھے، جو نزول قرآن کے وقت غیر مسلم سوسائٹی میں رائج تھے۔ انہی دونوں وجہ سے دور اخیر کی کتب، لغت و تفسیر میں اکثر قرآنی الفاظ کی تشریح اصل معانی لغوی کے بجائے ان معانی سے کی جانے لگی جو بعد کے مسلمان سمجھتے تھے۔ مثلاً.....

لطف۔ اللہ، کو فریب قریب بتوں اور دیوتاؤں کا ہم معنی بنادیا گیا۔

رب کو پالنے اور پونے والے یا پروردگار کا مترا دھڑھرایا گیا۔

عبدات کے معنی پوجا اور پرستش کے کئے گئے۔

دین کو دھرم اور مذہب، (religion) کے مقابلہ کا لفظ فرار دیا گیا۔

طاغوت کا ترجمہ بت یا شیطان کیا جانے لگا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کا اصل مدعای سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل ہو گیا۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو؛ اللہ؛ نہ بناؤ، لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بتوں اور دیوتاؤں کو چھوڑ دیا ہے۔ لہذا قرآن کا مشاپورا کر دیا، حالانکہ؛۔ اللہ،؛ کا مفہوم جن جن چیزوں پر عائد ہوتا ہے۔ ان سب کو وہ اچھی طرح پکڑے ہوئے ہیں۔ اور انہیں خبر نہیں ہے، کہ ہم غیر اللہ کو؛۔ اللہ،؛ بنارہے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو رب تسلیم نہ کرو۔ لوگ کہتے ہیں کہ بے شک، ہم اللہ کے سوا کسی کو پروردگار نہیں مانتے، لہذا ہماری توحید مکمل ہو گئی، حالانکہ۔ رب، کا اطلاق اور جن مفہومات پر ہوتا ہے ان کے لحاظ سے اکثر لوگوں نے خدا کی بجائے دوسروں کی رو بیت تسلیم کر رکھی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ طاغوت کی عبادت چھوڑ دو، اور صرف اللہ کی عبادت کرو۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بتوں کو نہیں پوچھتے، شیطان پر لعنت بھیتے ہیں، اور صرف اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، لہذا ہم نے قرآن کی یہ بات بھی پوری کر دی، حالانکہ پتھر کے بتوں کے سوا، دوسرے طاغتوں سے وہ چھٹے ہوئے ہیں، اور پرستش کے سوا دوسری قسم کی تمام عبادتیں، انہوں نے اللہ کی بجائے، غیر اللہ کے لئے خاص کر رکھی ہیں۔ یہی حال دین کا ہے کہ اللہ کے لئے؛ دین؛ کو خالص کرنے کا مطلب صرف یہ سمجھا جاتا ہے کہ آدمی۔ مذہب اسلام، قبول کر لے، اور ہندو، عیسائی، یا یہودی نہ رہے۔ اس بناء پر ہر وہ شخص جو۔ مذہب اسلام، میں ہے یہ سمجھ رہا ہے کہ میں نے اللہ کے لئے دین کو خالص کر رکھا ہے۔ حالانکہ؛ دین؛ کے وسیع تر مفہوم کے لحاظ سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کا۔ دین؛ اللہ کے لئے خالص نہیں ہے۔

غلط فہمی کے نتائج:

پس یہ حقیقت ہے کہ محض ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پرده پڑ جانے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم، بلکہ اس کی روح بھگا ہوں سے مستور ہو گئی ہے اور اسلام قبول کرنے کے باوجود لوگوں کے عقائد و اعمال میں جو نقاصل نظر آ رہے ہیں، ان کا ایک بڑا سبب یہی ہے۔ لہذا قرآن مجید کی مرکزی تعلیم اور اس کے حقیقی مدعای واضح کرنے کے

لئے یہ ضروری ہے کہ ان اصطلاحوں کی پوری پوری تشریح کی جائے۔

اگرچہ میں اس سے پہلے اپنے متعدد مضامین میں ان کے مفہوم پر روشنی ڈالنے کی کوشش کر چکا ہوں۔ لیکن جو کچھ اب تک میں نے بیان کیا ہے۔ وہ نہ تو بجائے خود تمام غلط فہمیوں کو صاف کرنے کے لئے کافی ہے، اور نہ اس سے لوگوں کو پوری طرح اطمینان حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس مضامون میں میں کوشش کروں گا، کہ ان چاروں اصطلاحوں کا مکمل مفہوم واضح کر دوں۔ اور کوئی ایسی بات بیان نہ کروں، جس کا ثبوت لغت اور قرآن سے نہ ملتا ہو۔

نوٹ:..... یہ وہ مقدمہ ہے، جو مولا نا رحمہ اللہ نے اپنی کتاب؛۔ قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، میں لکھا ہے؛۔

مزید تشریح کے لئے قارئین کرام کتاب کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ شکر یہ۔

قرآن کی اصطلاحات کا مفہوم:

جیسا کہ مولا نا محترم لکھتے ہیں حقیقت یہی ہے کہ قرآن مجید فرقانِ حمید کی مذکورہ بالا اصطلاحوں کے مفہوم اور مطلب پر پر وہ پڑنے یا شیاطینی جن و انس کے مسخ کرنے کی وجہ سے قرآن مجید کے نزول کا اصل مقصد ہی سمجھنا مشکل ہو گیا ہے اور پھر انسان کے مقصد زندگی کا تصور بھی ہمارے ذہنوں سے کھرچ کر نکال دیا گیا ہے۔ لہذا ان اصطلاحوں کا صحیح مفہوم و مطلب ہر انسان کو معلوم ہونا، اور پھر اس کا معاشرے میں مستعمل ہونا بہت ضروری ہے۔ تاکہ انسانیت کے نام دیئے گئے قرآن مجید کے پیغامِ الہی کو عوامِ الناس تک پہنچایا اور سمجھا جاسکے۔ مزید یہ کہ انسان کے ذمہ اگائی گئی ڈیوٹی (عبادتِ الہی) کو پورا کر کے مقصد زندگی کا حق ادا کیا جاسکے۔ لہذا امیرے ناقص علم کے مطابق ان اصطلاحات کا مفہوم و مدارج ذیل ہے۔

ان میں؛۔ الہ؛ دراصل اللہ جل جلالہ کے نام نامی اسم گرامی؛ اللہ؛ کا اصل مادہ ہے۔ جو کہ پوری کائنات و انسانیت کے۔ خالق، مالک، رازق، اور حاکم مطلق ہیں۔ (تفصیل الحمد اللہ رب العالمین میں ملاحظہ فرمائیں)۔ اس لئے

۱۔؛۔ الہ؛ سے مراد۔۔۔ حاکم مطلق؛۔ رب؛ اور؛ معبدو؛ ہے۔

۲۔؛۔ رب؛ سے مراد۔۔۔ بھی حاکم، اور معبدو ہے۔

اس لئے؛۔ الہ؛ اور؛ رب؛ اسے کہتے ہیں، جس کا دین، آئین، نظام، یا قوانین و ضوابط (قرآن) معاشرے میں (زمین پر) نافذ العمل ہو۔

۳۔ دین (اسلام) سے مراد ہے۔ وہ دین، آئین، قوانین و ضوابط یا نظام زندگی، جو انسانوں کے خالق، مالک، رازق، اور حاکم اعلیٰ؛۔ اللہ رب العزت؛ نے قرآن مجید کی شکل میں، بذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کو دیا۔ (تفصیل؛ الرحمن الرحیم؛ میں ملاحظہ فرمائیں)۔

۴۔ عبادت سے مراد۔۔۔ صرف اور صرف اللہ رب العزت کے دیئے ہوئے۔ دین، آئین، قرآن مجید کو اختیار کرنا، یا، معاشرے میں نافذ العمل کرنا ہے (یعنی زمین پر نافذ کرنا) دوسرے الفاظ میں قیامِ دین و غلافت یا قیامِ حاکمیتِ الہی

ہی عبادت ہے۔ (تفصیل؛ ایا ک نعبد و ایا ک نستعین؛ میں ملاحظہ فرمائیں)۔

۵۔ اسی طرح؛ ایمان؛ اور؛ عمل صالح؛ کے معانی بھی ہمارے ذہنوں میں بڑا محدود تصور رکھتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ صرف زبان سے لا الہ الا اللہ؛ کہہ دینا ہی؛ ایمان؛ ہے۔ جب کہ.....

۱۔ ایمان؛ لانے سے مراد۔ کہ زبان سے کلمہ طیبہ کے اقرار کے ساتھ، عملاً دین باطل (سو شلزم اور جمہوریت) چھوڑ کر؛ دین حق؛ (اسلام) کو دل و جان سے قبول کرنا ہے۔

۲۔ عمل صالح؛ سے مراد۔ ایمان لانے کے بعد دین حق (اسلام) کو معاشرے میں یا زمین پر عملاً نافذ کرنے کی محنت و کوشش کرنا ہے۔

۳۔ اسی طرح اللہ رب العزت کے اسماء حسنی کی بجائے ہم لوگ اکثر؛ خدا؛ استعمال کرتے ہیں۔ جس کا قرآن مجید یا دین اسلام میں کہیں بھی کوئی ذکر یا مقام نہیں ہے۔ اور نہ یہ لفظ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے پاک ناموں کا نعم البدل ہے۔ لہذا قرآن مجید کے مفہوم کو صحیح اور اسماء مبارکہ کے مطابق سمجھنے کے لئے اس کو ترک کرنا (چھوڑنا) بہت ضروری ہے۔ یہی اللہ رب العزت کا حکم ہے کہ؛ قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن۔ سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۱۱۰۔ اور فرمایا۔ اللہ رب العزت ہی کے لئے ہیں؛ اسماء الحسنی (یعنی وہ بہترین نام جو قرآن مجید میں دیے گئے ہیں)، لہذا انہی؛ اسماء الحسنی؛ سے اللہ رب العزت کو پکارو، (دعا والتجا کیا کرو)، اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو اللہ رب العزت کے مقدس ناموں میں الحاد (گمراہی، رج روی) اختیار کرتے ہیں (یعنی ایسے نام استعمال کرتے ہیں، مثلاً، خدا، بھگوان، God، وغیرہ)، جو کام (احکامات کی خلاف ورزی) یہ لوگ دنیا میں کرتے رہے اس کا بدلہ (سزا) ضرور پا کر رہیں گے۔ سورۃ الاعراف، ۱۸۰۔

۴۔ اسی طرح ایک لفظ؛ عقیدہ۔ ہے جو ہمارے معاشرے میں عام استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کا بھی قرآن و سنت میں کوئی وجود اور مقام نہیں ہے۔ جب کہ یہ لفظ ایمان کے مقابل مstellung ہونے کی وجہ سے عوام میں غلط تصورات کو جنم دیتا ہے۔ قرآن مجید کے دیئے گئے۔ ایمان کے تصور کو منسخ کرتا ہے۔ لہذا اس لفظ کو ترک کرنا بھی بہت ضروری ہے۔

۵۔ طاغوت؛ کسے کہتے ہیں؟

اللہ رب العزت کے دین، آئین، قرآن مجید (توانین وضوابط، شریعت) کے مقابلہ میں (علاوه) جس کا دین، آئین، تو انہیں وضوابط معاشرے یا ملک (زمین پر) میں نافذ العمل (چل رہے) ہوں گے، وہی؛ الہ؛ یا؛ رب؛ کہلاتے گا..... دوسرے الفاظ میں..... وہی؛ طاغوت؛ کہلاتا ہے۔ یہی اللہ رب العزت کی بغاوت..... اور؛ شرک عظیم؛ ہے۔

لہذا.....

۱۔ کسی شخص کا اپنے گھر میں..... اپنی خواہش کے مطابق دین (نظام)، تو انہیں وضوابط چلانا۔

۲۔ کسی ایک انسان کا معاشرے، یا کسی ملک میں۔۔۔ اپنا آئین، دین (توانین وضوابط) چلانا۔

- ۳۔ کسی انسانوں کی جماعت کا..... معاشرے، یا کسی ملک میں اپنا آئین، دین (قوانين و ضوابط) بنائ کر چلانا۔
- ۴۔ یا عوام کا حق حکمرانی کا دعوی کر کے معاشرے، یا کسی ملک میں اپنا بنایا ہوا آئین، دین (قوانين و ضوابط) چلانا ہی؛ طاغوت کھلائے گا۔



سورۃ الفاتحہ

ا۔ سورۃ فاتحہ کی اہمیت و مقصد

اس سے پہلے کہ سورۃ فاتحہ کی ایک ایک آیت مبارکہ پر نظر دوڑائیں اس کے مقصد و مدعای سمجھنے کے لیے دعا مانگنے والے (انسان) کا مقصد زندگی کو سمجھنا اور ذہن میں ہونا ضروری ہے۔ دراصل مقصد زندگی کا تصور اگر ذہن سے اوچھل ہو تو اس سورۃ کا مدعای سمجھنا اور اس کا خاکہ ذہن میں رکھنا انتہائی مشکل ہے۔ کیونکہ یہ سورۃ ایک دعا ہے۔ جو اس خالق دمک، رازق و حاکم سے مانگی جا رہی ہے۔ جنہوں نے اس دعا کے مانگنے والے کو تخلیق کیا ہے۔ اور اس خالق نے ہی اپنی تخلیق (یعنی انسان) کو خود اپنے (یعنی اللہ رب العالمین) سے مانگنے کا طریقہ اور الفاظ بتائے ہیں۔ دراصل سورۃ فاتحہ وہ دعا ہے جو انسان کے خالق و حاکم۔ اللہ رب العزت نے خود انسان کو عنایت فرمائی ہے اور پانچ ۵ وقت کی صلوٰۃ (نماز) میں بار بار پڑھنے کا حکم بھی اسی لیے دیا کہ انسان اپنے مسائل و مشکلات (نظام باطل) کا حل اس کے ذریعے تلاش کرے اور اس کے ذریعے اللہ سمجھانے و تعالیٰ سے (قیامِ دین و خلافت کے لیے) مدد و استعانت مانگے۔ سورۃ فاتحہ ہمیں بتاتی ہے کہ جب تک انسان معاشرے میں چلنے والے دینِ باطل سے اجتناب (برائت) نہیں کرتا، اور مروجہ نظامِ باطل کو بدلتے کی کوشش و محنت نہیں کرتا، اسے بدل کر دین حق نافذ نہیں کرتا، اس وقت تک مسائل حل نہیں ہو سکتے اور دینِ اسلام (اللہ کی حاکمیت، خلافت) اس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتا جب تک اللہ سمجھانے و تعالیٰ کی راہنمائی اور استعانت (مدد و طاقت) نصیب نہیں ہوتی۔

اس لیے اللہ رب العزت سے ہر صلوٰۃ (نماز) میں سورۃ فاتحہ کے ذریعے اللہ رب العزت کی عبادت (حاکمیت و خلافت) کیے لیے راہنمائی اور استعانت کی طلب و دعا کرنا بہت ضروری ہے۔ کہ اے اللہ سمجھانے و تعالیٰ! جس طرح آپ نے اپنے انبیاء کرام، محمد ﷺ، خلفائے راشدین، صدیقین، متفقین اور صالحین کی مدد و راہنمائی فرمائی، اسی طرح ہماری بھی راہنمائی فرمائیں اور جس طرح آپ نے ان پر دینِ اسلام (نظامِ خلافت) کا انعام فرمایا، ہم پر بھی فرمائیں اور ہمیں مغضوب و گمراہ لوگوں کے دین، نظام، آئین، راہ، اور راستے سے بچائیں۔ آمین۔

الہذا یقینا یہ دعا (سورۃ فاتحہ) وہ حقیقی مقصد و مدعای ضرور پیش نظر رکھ کر ترتیب دی گئی ہے جو کہ انسان کا مقصد تخلیق (عبادت) ہے۔ اس لیے دعا کو مانگنے سے پہلے ہر انسان کو مقصد تخلیق/عبادت کا تصور اپنے ذہن میں اجاگر کرنا ضروری ہے اور وہ ہے اللہ رب العزت کی حاکمیت اور خلافت و امارت کو قائم کرنا۔ اگر اس پس منظر کو سامنے یا ذہن میں رکھ کر سورۃ فاتحہ کی دعا کو بارہ گاہ اللہ رب العزت میں مانگا جائے تو پھر ضرور اللہ بزرگ و برتر انسان کی دعا و اتباع کو شرف قبولیت بخشیں گے اور

انسان کی صلوٰۃ کو بھی قبول فرماویں گے۔ ان شاء اللہ

ب۔ فضیلت سورہ فاتحہ

اس سورۃ کا نام سورۃ فاتحہ ہے۔ فاتحہ کہتے ہیں شروع کرنے کو یعنی کتاب کا افتتاح یا دیباچہ اور آغاز کلام رکتاب۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ ام القرآن ہے۔ ام الکتاب ہے، سیع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے۔ اس کا نام سورۃ الحمد اور سورۃ اصلوٰۃ بھی ہے۔ الکافیہ، الکنز اور سورۃ الشفاء بھی ہے۔ ابن عباسؓ اسے؛ اساس القرآن؛ کہتے تھے۔ یعنی قرآن کی جڑ اور نیو۔

مسلم اور نسائی میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جریلؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ اوپر سے ایک زوردار دھماکے کی آواز آئی جریلؓ نے اوپر دیکھا اور فرمایا کہ آج آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے جو پہلے کبھی نہیں کھلا جس سے ایک فرشتہ زمین پر آ رہا ہے جو پہلے کبھی نہیں آیا۔ پھر وہاں سے ایک فرشتہ رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اس نے کہا کہ آپ ﷺ خوش ہو جائیں کہ آپ کو دو نور ایسے دیئے گئے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک سورۃ فاتحہ اور دوسرا سورۃ بقرہ کی آخری رکوع کی آیات مبارکہ۔ ان کا ایک ایک حرف نور ہے۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا صلوٰۃ الا بفاتحہ الكتاب؛ جو شخص اپنی صلوٰۃ (نماز) میں ام القرآن نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے۔ مند بزار میں حدیث ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا جب تم بستر پر لیٹیو، تو سورۃ فاتحہ اور قل ہوا اللہ پڑھو تو موت کے سوا ہر چیز سے امن میں آگئے۔ (ابن کثیر)

اکثر علماء فرماتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کو پڑھتے وقت اعوذ اور بسم اللہ کو پڑھنے کی روایات موجود نہیں ہیں۔

لیکن میرے خیال میں:

۱۔ چونکہ ابلیس (شیطان) ازل سے ہی انسان کا دشمن ہی نہیں بدترین دشمن ہے۔ اور اللہ رب العزت نے بھی بار بار تاکید کی کہ اس کو اپنا دشمن ہی سمجھتے رہنا۔ اس بات کو بھولنا نہیں۔ اس لیے ہر نماز میں اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ؛ پڑھنا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ بزرگ و برتر کی پناہ و حفاظت کے بغیر شیطان سے بچنا بہت ہی مشکل اور محال ہے۔ بلکہ ہر وقت شیطان ابلیس کی دشمنی سے بچنے کے لیے اللہ رب العزت کی پناہ و حفاظت طلب کرتے رہنا چاہیے۔ اور پھر خاص طور پر صلوٰۃ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مدد و استعانت کے لیے حفاظت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ (جب کہ اللہ رب العزت اور رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی یہی ہے)۔

۲۔ اسی طرح اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اس دنیا مافہیما کا نظام میرے رحم و کرم پر قائم ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رحم و کرم کے بغیر یہ ایک لمحہ بھی قائم نہیں رہ سکتا اور اسی طرح انسان کی کوئی بھی حرکت اور کام اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق اور رحم و کرم کے بغیر ہونا ناممکن ہے۔ لہذا ہر وقت اور خاص طور پر نماز رضویہ میں اللہ رب العزت کے رحم و کرم کی اپیل

و درخواست خاص اہمیت کی حامل ہے۔ جو؛ 'بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ'؛ پڑھ کر ہی کی جاسکتی ہے۔ (جگہ
اللَّهُ رَبُّ الْعِزَّةِ اور رسول اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ کا حکم بھی یہی ہے)

لہذا میرے خیال کے مطابق اعوذ اور بسم اللہ کا صلوٰۃ (نماز) کے آغاز میں پڑھنا انتہائی ضروری اور اہم ہے۔ تاکہ
صلوٰۃ کو اللہ بزرگ و برتر کی حفاظت اور خاص رحم و کرم سے عبادت کے مقاصد کے حصول کے لیے ادا کیا جاسکے۔ اور شیطان
اپنیں کی شیطانیت سے محفوظ رہا جاسکے۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

یہ آیت مبارکہ قرآن مجید میں سورہ الحلق کی ۶۸ ویں آیت ہے۔ اس میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ جب بھی قرآن مجید پڑھو تو پہلے اس آیت مبارکہ کو پڑھ کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پناہ طلب کر لیا کرو۔ کیونکہ قرآن مجید ہمیں یہ معلومات فراہم کرتا ہے کہ جب انسان کو اللہ رب العزت نے تخلیق کیا تو انسان کو باقی ساری مخلوقات پر فضیلت و اکرام بخشنا۔ اس وجہ سے ابلیس (شیطان) کو انسان کا یہ مقامِ آدمیت (خلیفہ و خلافت) برداشت نہ ہوا۔ اس نے تکبر کیا اور اس کے مقامِ خلیفہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جس وجہ سے ازل سے ہی انسان سے اس کی دشمنی کی بنیاد پڑ گئی۔ پھر اس نے چیلنج دیا کہ انسان کو میں اس کے مقصدِ زندگی (قیامِ دین و خلافت) پر نہیں چلنے دوں گا۔ اس کے راستے پر بیٹھوں گا۔ اس کو اور اس کی نسل (ذریت) کو گمراہ کروں گا۔ یہ مقامِ آدمیت، انسان کے مقصدِ زندگی اور ابلیس کی دشمنی کا علم ہمیں صرف قرآن مجید فراہم کرتا ہے۔ اس لیے جب قرآن مجید انسان پڑھتا ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو شیاطین (من الجن والانس) اس میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ انسان کو نہذب کرتے ہیں۔ وسو سے ڈالتے ہیں۔ ڈراتے اور دھمکاتے ہیں اور پھر سبز باغ دکھاتے ہیں۔ صرف یہی نہیں، بلکہ انسانیت کو جنگوں میں الجھاتے ہیں۔ تاکہ انسان اپنے اصل مقصدِ زندگی کو سمجھہ ہی نہ سکے۔ اگر سمجھنے کی کوشش کرے تو اسے جنگ و جدل میں پھنسا کر رکاوٹ ڈال دی جائے۔ تاکہ مقصدِ زندگی کو پورا نہ کر سکے۔ اس لیے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ جب قرآن مجید پڑھو تو اللہ رب العزت کی حفاظت و پناہ طلب کیا کرو۔ اس لیے مزید تفصیلات معلوم کرنا بہت ضروری ہیں کہ اللہ رب العزت نے یہ حکم کیوں دیا ہے؟ اس کا مقصد و مطلب کیا ہے؟ جب تک یہ معلومات انسان کے علم میں نہ ہوں اس وقت تک ابلیس (شیاطین جن والانس) کے شر سے بچنا اور اللہ رب العزت کی پناہ (حفاظت و نصرت) مانا انتہائی مشکل ہے۔ تو آئیے ہم اللہ رب العزت (قرآن مجید) سے ہی پوچھتے ہیں۔

(۱) انسان سے دشمنی کی بنیاد!

قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کو کس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔ فرمایا اللہ رب العزت نے.....

۱۔ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْدُونَ﴾ (الذاريات: ۵۶)

”کہ جن اور انسان کو صرف اللہ رب العزت کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا۔“

۲۔ ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمُلِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ (البقرہ: ۳۰)

”کہ اللہ رب العزت نے انسان کو زمین میں بطور خلیفہ تقرر فرمایا (بنایا) (حاکم نہیں)۔“

۳۔ ﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَهُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَبْلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾ (الملک: ۲)

اللہ رب العزت نے انسان کی موت و زندگی کو تخلیق کیا، تاکہ دیکھیں تم میں سے کون حسن عمل (عبادت، قیامِ دین و خلافت) کرتا ہے۔ تو اس مقصد کو پورا کرنے کی صورت میں اللہ رب العزت بخشنا۔ والے حاکم مطلق ہیں۔

جس کو مانے سے ابلیس (شیطان) نے انکار کر دیا، اور تکبیر کیا۔ دراصل ابلیس نے انسان کے مقامِ غلیفہ اور خلافت کو ہی مانے سے انکار کیا تھا۔ دوسرا الفاظ میں اللہ رب العزت کی حاکمیت (حکم، رٹ) کا انکار کیا اور قیامت تک انسان کی خلافت کا اعلان کیا۔ جس کے متعلق قرآن ہمیں بتاتا ہے۔

(۲) ابلیس کا مہلت طلب، اور چیلنج کرنا:

قرآن میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

۱۔ ﴿قَالَ رَبِّ فَانْظُرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبَعْثُونَ﴾ ﴿قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْذَرِينَ﴾ ﴿إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعُومُ﴾ ﴿قَالَ فَبِعِزْزَتِكَ لَا عُوْيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ﴾ ﴿لَا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخَاصِصُينَ﴾ (سورہ ص: ۷۹ تا ۸۳)

”ابلیس نے کہا کہ اے رب العزت مجھے مہلت دیں، جب تک لوگوں کو دوبارہ اٹھایا جائے گا (قیامت کے دن، یوم الدین تک)۔ تو اللہ رب العزت نے فرمایا، اچھا تجھے اس روز تک کی مہلت (کھلی چھٹی) ہے۔ جس کا وقت مجھے معلوم ہے۔ تو پھر ابلیس نے کہا کہ آپ کی عزت کی قسم میں ان سب (انسانوں) کو گمراہ کروں گا۔ سوائے ان تیرے بندوں کے جو مخلص ہوئے۔ (عبادت، قیامِ دین و خلافت کے لیے)۔“

۲۔ ﴿قَالَ فِيمَا أَغْوَيْتَنِي لَا قُدْنَ لَهُمْ صِرَاطُكَ الْمُسْتَقِيمُ﴾ ﴿لَمْ لَأَتِنَّهُمْ فِيْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَكِيرِينَ﴾ (سورہ الاعراف: ۱۶، ۱۷)

”ابلیس نے کہا کہ، جیسے آپ نے مجھے گمراہ کیا (نعواز باللہ)، اب میں بھی انسانوں کے لیے آپ کی سیدھی راہ پر (صراطک المستقیم، عبادت) پر گھات لگا کر بیٹھوں گا۔ پھر ان (انسانوں) کو آگے، پیچھے، دائیں، باکیں (ہر طرف سے) گھروں گا (حملہ کروں گا)۔ اور آپ ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار (بندہ) نہ پائیں گے۔ (یعنی آپ کی عبادت، خلافت، حاکمیت، رٹ قائم نہ کر سکیں گے)۔“

۳۔ ﴿لَبَّيْنِ أَدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يَوْمَ رِيَاضًا وَ لِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَلِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ أَيْتَ اللَّهُ لَعَّاهُمْ يَدْكُرُونَ﴾ ﴿لَبَّيْنِ أَدَمَ لَا يَقْتَنِنُكُمُ الشَّيْطَنُ كَمَا أَخْرَجَ أَبْوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزَعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيهِمَا سَوْا تِهْمَاءٍ إِنَّهُ يَرِكُمْ هُوَ وَ قَدِيلَةٌ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ إِذَا جَعَلْنَا الشَّيْطَنَ أَوْلَيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (الاعراف: ۲۷)

”اے بنی آدم! لوگو! ہم نے ہی تمہیں لباس عطا فرمایا ہے۔ جو تمہاری شرم گا ہیں بھی چھپتا ہے اور باعث زیب وزینت بھی ہے۔ جب کہ لباس تقوی (اللہ کی فرمانبرداری، اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی

گزارنا) سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ رب العزت کے احکامات ہیں تاکہ تم انہیں یاد رکھو۔ ۲۶۔ اے بن آدم (لوگو) تمہیں اب شیطان (ابلیس) کہیں کسی (اور) فتنے میں بہتانہ کر دے۔ جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) جنت سے نکلوا یا تھا اور ان کا لباس بھی اترواد یا تھا، تاکہ وہ ان کی شرم گا ہیں دکھائے۔ وہ اور اس کا شکر (قبیلہ، برادری) تمہیں اس طور پر (اس جگہ سے) دیکھتا ہے، جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے جو لوگ ایمان نہیں لاتے (قرآن پر ادینِ اسلام پر / نظامِ خلافت پر) ہم شیطان (ابلیس) کو ان کا سر پرست بنادیتے ہیں (یعنی وہ خود ہی شیطان کے حوالے، اور ہماری حفاظت و حصار سے نکل جاتے ہیں)“

۴۔ ﴿وَ إِذْ قُلْنَا لِلْمَلِئَكَةَ اسْجُدُوا لِإِلَّا إِبْلِيسَ ۚ قَالَ أَرَعَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَمْتَ عَلَيَّ لَيْنُ أَخَرُّتَنِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَكَحْتَنِكَنَّ ذُرْيَتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ۚ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَرَأْتُمْ جَرَأَتْ مَوْفُورًا ۚ وَ اسْتَكْرِزْ مَنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتَكَ وَ أَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجْلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَ الْأُولَادِ وَ عَدْهُمْ ۖ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَنُ إِلَّا غُرُورًا ۚ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَنٌ ۖ وَ لَكُنِي بِرِبِّكَ وَ لَكِلًا ۚ﴾ (سورہ بنی اسرائیل: ۶۱-۶۵)

”یاد رہے کہ جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا تھا۔ تو ابیس نے کہا کہ، کیا میں اسے سجدہ کروں جسے آپ نے مٹی سے پیدا فرمایا۔ پھر اس نے کہا اچھا دیکھیں اس (آدم) کو جسے آپ نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔؟ اگر آپ مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیں تو میں چند ایک سوا، اس کی ساری اولاد کو اپنے تابع کر کے (پیرو کار بنا کر) دکھاؤں گا۔ ۲۲ تو پھر اللہ رب العزت نے فرمایا کہ دفع ہو جاؤ۔ ان میں سے جو بھی تیری پیروی (عبادت) کرے گا۔ تو تم سب کو دوزخ میں اس کی پوری پوری سزا دی جائے گی۔ ۲۳۔ جاؤ! پھسلا لو جہاں تک تمہارا بس چلے، اپنی آواز (دعوت، گانے بجانے) سے، اور چڑھا لاؤ ان پر اپنے سوار اور پیادے (صلیبی جنگیں/ جنگ و جدل کرو) اور شراکت (سانجھ) کر لے ان کے مال اور اولاد میں (یعنی اولاد بھی شیطانی ہو گی)۔ وعدے کران سے، جب کہ ان سے شیطان کا وعدہ صرف دھوکہ ہے۔ ۲۴۔ بے شک میرے بندوں (حاکمیت الہی، رٹ، اقامت دین کرنے والوں) پر تیرا کوئی حکم، (зор، غلبہ) نہیں، اور تمہارے لیے (میرے بندوں کے لیے) اللہ رب العزت ہی کافی اور کار ساز ہیں۔“

۵۔ ﴿قَالَ رَبِّ بِنَاءَ أَغْوَيْتَنِي لَأُرْثِنَنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَ لَأُخْعِيَهُمْ أَجْمَعِينَ ۚ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْكَصِينَ ۚ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَىٰ مُسْتَقِيمٍ ۚ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَنٌ ۖ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

الْغَوِّيْنَ ﴿٤٣﴾ وَ لَإِنَّ جَهَنَّمَ لَعُوْدُهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿٤٤﴾ (سورہ الحجر: ٤٣-٤٤)

”ابیس نے کہا کہ! اے میرے رب العزت جیسے آپ نے مجھے گراہ کیا (نحوذ باللہ)۔ تو میں بھی ان (انسانوں) کے لیے زمین کو مزین (خوش نما) کر کے گراہ کرنے کا سامان کروں گا۔ سوائے چند ایک ان میں سے مخلص بندوں کے، جو کہ صراطِ مستقیم پر (عبادت، حاکمیتِ الہی، قیامِ دین و خلافت کرنے والے) ہوں گے۔ بلا شک و شبہ میرے بندوں (مخلص) پر تیرا کوئی زور (حکم) نہ چلے گا۔ سوائے ان گراہوں کے جو نیری پیروی کریں گے، بلاشبہ ان سب کے لیے جہنم کا وعدہ ہے۔“

٦- ﴿٤٥﴾ وَ إِذْ قُلْنَا لِلْمُلِّیْكَةِ اسْجُدُوا لِأَدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْرِيْسٌ ۖ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ۖ أَفَتَتَّخِدُونَهُ وَ ذُرْيَتَّهُ أَوْلَيَاءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُنْ لَكُمْ عَدُوُّ طِبْيَسُ لِلظَّلَّمِيْنَ يَدَلَّا ۝ (سورہ الکھف: ٤٥)

”جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابیس کے۔ ابیس جنوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے رب کا حکم فسق کر دیا (حکم نہ مانا)۔ تو کیا اب تم مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی اولاد کو سر پرست (دوست، حاکم، رب) بناتے ہو۔ جب کہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ کیا بر اقبال ہے جو یہ ظالم (باطل پرست) لوگ اختیار کر رہے ہیں۔“

٧- ﴿٤٦﴾ وَ إِذْ قُلْنَا لِلْمُلِّیْكَةِ اسْجُدُوا لِأَدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْرِيْسٌ أَبِي ۚ قُلْنَا يَآدُمَ إِنَّ هَذَا عَدُوُّكَ وَ لَرِزْوَجَكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةَ فَتَشْفَقُ ۖ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوْعَ فِيهَا وَ لَا تَعْرَى ۖ وَ أَلَّكَ لَا تَظْمُؤُ فِيهَا وَ لَا تَضْحِي ۖ فَوْسَسَ لِلَّيْلِيْلِيْنَ قَالَ يَآدُمَ هَلْ أُدْلُكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلِّيْكَ لَأَبِي ۝ فَأَكَلَّا مِنْهَا فَبَدَأْتُ لَهُمَا سَوَاتِهِمَا وَ طَفِقَا يَخْصِنُ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَ عَصَى أَدَمَ رَبَّهُ فَغَوَى ۝ ثُمَّ اجْتَبَيْلَهُ رَبُّهُ قَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَلَّا ۝ قَالَ أَهْبِطَا مِنْهَا جَيْعاً بَعْضُمُ لِبَعْضٍ عَدُوُّ ۝ فَإِنَّمَا يَأْتِي شَكُّمُ مَيْتِيْ هُدَىٰ ۝ مَنْ اتَّبَعَ هُدَىٰ فَلَا يَضُلُّ وَ لَا يَشْفَقُ ۝ وَ مَنْ اعْرَضَ عَنْ ذِكْرِنِيْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْگَاؤَ نَحْشُرَهُ ۝ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْلَى ۝ (سورہ طہ: ١١٦-١٢٤)

”اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم کیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو، تو ابیس کے سواب سے سجدہ کیا، اس نے انکار کیا۔ ۱۱۶۔ پھر ہم نے کہا کہ اے آدم یہ (ابیس) تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ کہیں وہ تمہیں جنت سے نکلانہ دے، اور پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ ۱۱۷۔ جب کہ جنت میں نہ تم بھوکے ہو اور نہ ننگے۔ ۱۱۸ اور نہ ہی جنت میں تم پیاسے ہو، اور نہ دھوپ میں ہو۔ ۱۱۹۔ پھر شیطان نے وسوہ ڈال کر پھسلا یا کہا کہ اے آدم! کیا میں آپ کو ایسا درخت نہ بتاؤں جس سے آپ کو ہمیشہ کی زندگی اور حکومت و

سلطنت مل جائے۔؟ چنانچہ دونوں میاں بیوی نے پھل کھا لیا۔ تو اسی وقت ان کی شرم گاہیں ایک دو سرے کے سامنے نیلگی ہو گئیں۔ اور وہ اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے۔ اس طرح آدم نے اپنے رب العزت کی نافرمانی کی اور وہ بہک (پھسل) گیا۔ ۱۲۱۔ پھر اللہ رب العزت نے آدم کی توبہ قبول فرمائی اور اسے راہنمائی فرماتے ہوئے چن لیا۔ ۱۲۲۔ پھر اللہ رب العزت نے حکم دیا، کہ تم سب بیہاں سے اتر جاؤ، زمین پر تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ جب بھی تمہارے پاس میری ہدایت و راہنمائی (قرآن) آئے۔ تو جو کوئی میری راہنمائی (قرآن) پر عمل کرے گا تو وہ نہ گمراہ ہو گا، اور نہ مشقت (مصیبت و مشکل) میں پڑے گا۔ ۱۲۳ اور جو کوئی (تم میں سے) میری ذکر سے منہ موڑے گا (قرآن کا انکار، نافرمانی کرے گا)، اس کی معیشت زندگی تنگ کر دی جائے گی، اور قیامت کے روز انہا اٹھایا جائے گا۔“

۸۔ ﴿وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَنُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا يَأْتِيَنِي لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ هَذِهِ فَلَمَّا تَرَأَءَتِ الْفِعَاثُونِ نَكَصَ عَلَى عَقْبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيٌّ مِنْكُمْ إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (سورۃ الانفال: ۴۸)

”اور جب شیطان نے کفار کو ان کے کرتوت بڑے خوشنما کر کے دکھائے، اور انہیں کہہ رہا تھا (سراتہ بن مالک کی شکل میں)۔ کہ آج لوگوں میں سے کوئی بھی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ مگر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو اٹھے پاؤں بھاگتے ہوئے کہنے لگا، تم لوگوں سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ مجھے جو (لشکر) نظر آ رہا ہے، وہ تم نہیں دیکھ رہے۔ میں تو اللہ رب العزت سے ڈرتا ہوں ان کی سزا بڑی سخت ہے۔“

۹۔ ﴿وَمَنْ أَحْسَنْ قَوْلًا فَمَنْ دَعَّ إِلَى اللَّهِ وَعَيْلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۳﴾ وَلَا شَرِيكَ لِلْحَسَنَةِ وَلَا السَّيِّئَةِ هُدْدُغْ بِالْيَتَمِّ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَنَا عَدَا وَهُنَّ كَانُوا وَهُنَّ حَسِيمُونَ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُكْلِفُهُمَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُكْلِفُهُمَا إِلَّا ذُو حَظٍ عَظِيمٍ ﴿۳۵﴾ وَإِمَّا يُنَزَّغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَنِ نَزْعٌ فَاصْتَدِعْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ أَيْتَهُ الْأَيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِالشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقْهُمْ إِنْ كُنْتُمْ لِيَاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۳۷﴾﴾ (حمد سجدہ: ۳۳ تا ۳۷)

”اس شخص کا قول (دعوت) سب سے احسن ہے۔ جس نے اللہ رب العزت کی طرف (قرآن، دین، عبادت، خلافت، حاکمیت الہی کی طرف) لوگوں کو بلا یا، اور عمل صالح (قیامِ دین و خلافت کے لیے عملاً کوشش و محنت کی) کئے اور یہ اعلان کیا کہ میں مسلم ہوں (میں نے اسلام کو بطور دین، نظام قبول کر لیا

ہے)۔ ۳۳۔ جب کہ حنات (اقامتِ دین کی کوشش و محنت) اور سیمات (دینِ دشمنی) برابر تو نہیں ہیں۔ اس لیے سیمات کرنے والوں کو حنات (احسن انداز) سے جواب دو۔ اس طریقہ سے تمہارا دشمن بھی تمہارا (جگری) دوست بن جائے گا۔ ۳۴۔ مگر یہ توفیق صرف صبر کرنے والوں کو ہی ملتی ہے اور ان لوگوں کو ملتی ہے جو بڑے ہی خوش نصیب ہیں۔ ۳۵ اور اگر شیطان (گمراہ کرنے کے لیے) وسوسہ ڈالے (اکسائے، سبز باغ دکھائے)، تو پھر اللہ رب العزت کی پناہ مانگو (یعنی آعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھو) کیونکہ وہ سب کچھ دیکھ دیکھ اور سن رہے ہیں۔ ۳۶۔ یہ راتِ دلن، سورج و چاند، اللہ رب العزت کی تخلیق کی آیات (نشانیاں) ہیں۔ اس لیے سورج و چاند کو سجدہ نہ کرو، بلکہ سجدہ کرو اللہ رب العزت کو جنہوں نے ان کو تخلیق کیا ہے۔ اگر تم صرف اللہ بزرگ و برتر کی عبادت (قیامِ دین و خلافت) کرتے ہو،“

۱۰ ﴿ وَ لَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُضْلُلُ مَنْ يَشَاءُ وَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَ لَكُلُّ عَبْدٍ مِنْ أَنْفُسِهِ إِلَيْنَا يُرْجَعُ إِنَّمَا تَعْمَلُونَ ﴾⑩ وَ لَا تَتَعَجَّلْ فَايْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَنَزَّلَ قَدَمًا بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَ تَذَوَّقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَّقُتُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾۱۱ وَ لَا تُشْتَرُوا بِعِهْدِ اللَّهِ ثُمَّنَا قَلِيلًا إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾۱۲ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِإِحْسَانِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾۱۳ مَنْ عَلِمَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحِيطَنَّ حَيَّةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِإِحْسَانِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾۱۴ فَإِذَا قَرَأَتِ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴾۱۵ إِنَّمَا لَيْسَ لَهُ سُلْطَنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾۱۶ إِنَّمَا سُلْطَنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّنَّهُ وَ الَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ﴾۱۷ (النحل: ۹۳ تا ۱۰۰)

”اور اگر اللہ رب العزت چاہتے تو تم سب (انسانوں) کو ایک ہی امت (ایک دین (نظام)، قرآن کو مانئے والے) بنادیتے۔ لیکن وہ جسے چاہتے ہیں (باطل پرستوں کو) گمراہ کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں (ایمان لانے والوں کو) ہدایت (راہنمائی) عطا فرماتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ تم لوگوں سے جو کچھ تم (دنیا میں قرآن، دینِ اسلام سے سلوک) کرتے رہے لا زما باز پرس فرمائیں گے۔ ۹۳۔ اے مسلم لوگو! اپنی قسموں کو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کا ذریعہ نہ بناؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ (تمہاری فریب کاری دیکھو) کسی شخص کا (دین یا قرآن پر) جما ہوا قدم اکھڑ جائے۔ اور اس جرم کی پاداش میں کہ تم نے (اپنے برے کردار سے) اسے اللہ سبحانہ تعالیٰ کے راستے (دین و قرآن) سے روکا، تم برا انجام دیکھو (چھو) اور پھر عذاب عظیم (قیامت کو) بھلگتا پڑے۔ ۹۴ اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ رب

العزت کے عہد (الست برکم اور قول دین حق) کے بدلے میں کبھی بھی مال و دولت (دنیاوی) قبول نہ کرو (سبز باغ یا لائچ میں نہ آو) بلاشبہ جو اللہ رب العزت کے پاس ہے وہ تمہارے لیے بہترین ہے اگر تم اس بات کا علم رکھتے ہو۔ ۹۵۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ رب العزت کے پاس ہے اسی کو بقا ہے۔ ہم صبر (قیامِ دین و خلافت) کرنے والے لوگوں کو جزا دیں گے (دنیا میں) اور احسن اجر (جنت کی شکل میں) دیں گے (آخرت میں)۔ ۹۶۔ جو ایمان لائے (دین باطل چھوڑا اور اسلام کو قبول کیا) خواہ مرد ہو یا عورت اور عمل صالح (قیامِ دین و خلافت) کئے، ان کو ہم پا کیزہ (دنیا کی) زندگی بس رکروں گے، اور آخرت میں اس (احسن) عمل کی جزا احسن اجر (جنت) سے نوازیں گے۔ ۹۷۔ جب تم لوگ قرآن کی تلاوت کرو (قیامِ دین و خلافت کے لیے) تو أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھ کر اللہ رب العزت کی (شیطان سے) پناہ طلب کیا کرو۔ ۹۸۔ کیونکہ جو لوگ ایمان (قرآن، دین اسلام پر) لے آئیں اور اپنے اللہ رب العزت پر توکل (مکمل بھروسہ) کریں، تو ان پر یہ (شیطان) کوئی حکم نہیں چلا سکتا (زور زبردستی نہیں کر سکتا)۔ ۹۹۔ اس کا حکم چلتا ہے جو اس (شیطان) کی سر پرستی قبول کر لیتے ہیں اور جو لوگ اسے اللہ رب العزت کا شریک بن لیتے ہیں (اس کی حاکیت قبول کر لیتے ہیں)۔“

۱۰۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا دُخُلُوا فِي السَّلَمِ كَافِةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوطَ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ (سورۃ البقرہ: ۲۰۸)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو (نظام باطل چھوڑ کر نظامِ حق قبول کر چکے ہو) اسلام میں پورے کے پورے (مکمل) داخل ہو جاؤ اور شیطان کے خطوط کی پیروی نہ کرو، کیونکہ وہ تمہارا کھلا (واضح) دشمن ہے۔“

۱۲۔ ﴿وَإِمَّا يُنَزَّعَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَيِّعٌ عَلَيْهِ﴾ (الاعراف: ۲۰۰)
”اور اگر کبھی شیطان تمہیں اکسائے تو اللہ رب العزت کی پناہ مانگ لیا کرو، وہ سب کچھ سننے والے اور جاننے والے ہیں۔“

۱۳۔ ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًا إِنَّمَا يُدْعُ عَوْحَدَةً لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعْيِ﴾ (سورۃ الفاطر: ۶)

”بلا شک و شبہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے پیروکاروں (ساتھیوں) کو اپنے راہ پر اس لیے بلا رہا ہے۔ کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔“

خلاصہ!

درج بالا قرآن کی آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے:

- ۱۔ شیطان (اپیس) انسان کا از لی ڈشن ہے اس نے انسان کی خلافت کو ماننے سے انکار کر دیا اور پہلے حملے میں جنت سے نکلوادیا۔
- ۲۔ پھر اس ڈشن کو پورا کرنے کے لیے اللہ رب العزت سے قیامت تک کی مہلت حاصل کی۔
- ۳۔ پھر انسان کو کھلا چیخ کیا، کہ اس کو سید ہے راستہ (اقامتِ دین و خلافت، حاکمیتِ الہی اور عبادتِ الہی) پر نہیں چلنے دوں گا۔
- ۴۔ انسان کو چاروں طرف سے گھیروں گا اور اکساوں گا، پھسلاوں گا اور دنیا کو مزین کر کے سبز باغ دکھاؤں گا اور جھوٹے وعدوں سے دھوکہ دوں گا۔

۵۔ اللہ رب العزت نے انسان کو شیطان کی ڈشن سے بچاؤ کے لیے درج ذیل ہدایات دیں:

- ۱۔ میں تمہیں دنیا کی زندگی گزارنے کے لیے ایک دین کی شکل میں نظام زندگی دوں گا۔ جسے دین اسلام کہتے ہیں۔
- ۲۔ اس دین کو انسان تک پہنچانے کے لیے خود انبیاء و رسول سمجھنے کا سلسلہ اپنے ذمہ لیا۔
- ۳۔ پھر یہی نہیں ان انبیاء و رسول کے ذریعے کتابی شکل میں اپنی ہدایات آسمان سے بہ حفاظت پہنچانے کا ذمہ بھی لیا۔
- ۴۔ پھر یہ ہدایت بھی کی کہ جو انسان ایمان لا کر (باقی ادیان باطلہ چھوڑ کر) دین اسلام میں کامل داخل ہو جائے گا، وہ شیطان سے مکمل طور پر محفوظ ہو جائے گا۔ اس پر شیطان کا کوئی زور یا حکم نہیں چلے گا۔
- ۵۔ اگر دین اسلام میں پورے کا پورا داخل نہیں ہو گا تو اللہ رب العزت کی حفاظت نصیب نہیں ہوگی، اور وہ شیطان کے حوالے (زنگ میں) ہو گا۔

- ۶۔ یہ دین اسلام میں پورے کے پورے داخل ہونا ہی عبادت، اقامتِ دین و خلافت اور حاکمیتِ الہی کو تسلیم کرنا ہے۔
- ۷۔ اس بات کو سمجھانے کے لیے اللہ رب العزت نے قرآن کی شکل میں ہدایات، قوانین و ضوابط یعنی شریعت دی۔
- ۸۔ پھر فرمایا کہ جو انسان قرآن پر ایمان لائے اور پھر اس کو سمجھنے کے لیے پڑھے، تو وہ پہلے **أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** پڑھ کر اللہ رب العزت کی حفاظت و پناہ طلب کرے۔ تو پھر وہ شیطان سے بچا لیا جائے گا۔
- ۹۔ شیطان سے پناہ مانگنے کی ایک اور دعا اللہ سمجھا نہ و تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے:

((وَقُلْ رَبِّنَا عَوْذْ بِكَ مِنْ هَمْزَتِ الشَّيْطَينِ وَأَعْوَذْ بِكَ رَبِّنَا يَحْضُرُونَ))

”دعا کرو کہ اے رب العزت! میں شیاطین کی اکسا ہٹوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں
کہ وہ میرے پاس آئیں۔“

۱۰۔ قرآن مجید کی تلاوت کی علاوہ بھی کئی مقامات پر شیطان سے پناہ طلب کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔
۱۔ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام فرماتے تو صلوٰۃ شروع کرتے ہوئے یہ پڑھتے.....

((اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم من همزة و نفخه و نفثه۔))

”میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جو سننے و جانے والے ہیں شیطان مردود سے، یعنی اس کے وسوٰسے، اس کی پھونک اور اس کے جادو سے۔“ (مسند احمد)
۲۔ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا حکم۔

((اللهم اني اعوذ بك من الخبر و الخبراء)) (بخاری و مسلم)

”اے اللہ رب العزت میں ناپاک جنوں اور ناپاک جنتیوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔“

۳۔ بچوں کے لیے دعا مانگنا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حسن و حسین کے لیے یہ دعا مانگتے۔

((اعوذ بكلمات الله التامة من كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة))

”میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تمام کلمات کے ساتھ (تم دونوں کے لیے) ہر شیطان سے اور اس مخلوق سے جو بدی کا ارادہ کرے اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے پناہ مانگتا ہوں۔“ (بخاری)

۴۔ عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بیماری کی شکایت کی، تو آپ نے فرمایا! کہ اپنے ہاتھ کو اپنے جسم پر تکلیف والی جگہ رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ پڑھ کر اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھ کر دم کرو.....

((اعوذ بالله وقدره من شر ما أجد و أحذر))

”میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اور ان کی قدرت کی پناہ مانگتا ہوں، اس چیز کے شر سے جو میں پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔“ (مسلم)

۵۔ ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم شام کو یہ کلمات پڑھ لیتے، تو تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچتا۔

((اعوذ بكلمات الله التامة من شر ما خلق۔))

”میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ تمام چیزوں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔ جوانہوں نے پیدا کی ہیں۔“

اس قسم کی اور بہت سے اعوذ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہوئے ہیں جن کو پڑھنے کا حکم ہے تاکہ شیاطین من الجن والانس کے شر سے اللہ رب العزت کی پناہ حاصل کی جاسکے اور خاص طور پر قرآن میں دیئے گئے معوذ تین صحیح و



شام پڑھنے کا اور دم کرنے کا حکم ہے۔

اللہا! جب ہم اعوذ پڑھیں تو ہمارے ذہن میں یہ بات ہوئی چاہئے۔

یا اللہ رب العزت! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیاطینِ من الجن والانس سے، دجالوں والیں سے، ان کے نظامِ باطل اور اس کے فتنوں سے، اور اپنے نفس کی شرارتؤں سے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

یہ آیت مبارکہ بسم، اللہ اور الرحمن اور الرحیم کے الفاظ پر مشتمل ہے۔ جس میں اسم سے مراد تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا اسم مبارک ہے جس کی تفصیل آپ کو ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ میں ملے گی اور ﴿الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ کی تفصیل ﴿الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ کی آیت مبارکہ میں دیکھیں۔ ویسے اکثر علماء و مفکرین کا خیال ہے کہ یہ آیت مبارکہ سورہ فاتحہ میں شامل نہیں ہے۔ جب کہ یہ آیت مبارکہ سورہ نمل کی ۳۰ نمبر آیت ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورتوں کی جدا نہیں جانتے تھے۔ جب تک آپ پر بسیج اللہ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نازل نہیں ہوتی تھی۔ اور آپ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صلوا (نماز) کو اس آیت مبارکہ سے شروع کرتے تھے۔

ترمذی کی صحیح حدیث مبارکہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ میں رحمن ہوں، میں نے رحم کو پیدا کیا اور اپنے نام میں سے ہی اس کا مشتق کیا۔ اس کے ملانے والے کو میں ملاوں گا۔ اور اس کے توڑنے والے کو قطع کر کے کاٹ دوں گا۔ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے نہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتے ہیں۔ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ رحمن اسے کہتے ہیں جو مانگے اور بن مانگے ہر حال میں عطا کرے۔ اور رحیم وہ ہے جب ان سے نہ مانگا جائے تو وہ غضب ناک ہو۔ عز امی فرماتے ہیں کہ رحمن کے معنی ہیں تمام مخلوق پر فیض عام (مہربانی، اور بے حد و حساب فیض بے کراں) کرنے والے، فرمایا: ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾ (طہ: ۵۹) کی آیت مبارکہ میں استوی کے ساتھ رحمن کا لفظ ذکر کیا، تاکہ تمام مخلوق کو یہ لفظ اپنے عام رحم و کرم کے معنی سے شامل ہو سکے اور رحیم کے معنی ہیں جو صرف موننوں (یعنی قرآن، دین اسلام پر ایمان لانے والے) پر رحم فرمانے والے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾ (سورہ طہ: ۵)

الرحم و الرحیم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اور اسماے حسنی میں شامل ہیں۔ اسی لیے اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوْ ادْعُوا الرَّحْمَنَ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۱۰) یعنی اللہ رب العزت کو پکارو اللہ سبحانہ کے نام سے یا الرحمن کے نام سے۔ جب کہ صلح حدیثیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی ہنّہ سے کہ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لکھو، تو کفار نے کہا کہ ہم الرحمن و الرحیم کو نہیں جانتے۔ اسی طرح قرآن پاک میں فرمایا: ﴿وَإِذَا قُيُلَ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ﴾ (الفرقان: ۶۰) کہ جب ان سے کہا جاتا ہے، کہ رحمن کو سجدہ کرو۔ تو جیران ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں رحمن کون؟ ہم تو اس نام سے نا آشنا (ناواقف) ہیں۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھیں (الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ) میں) مزید رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسیم اللہ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○ پڑھا

کرو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رحم و کرم کے بغیر کوئی کام بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا جب ہم یٰسِ اللہ پڑھتے ہیں تو اس کے معنی ہمارے پیش نظر ہونا ضروری ہیں۔

اے رب رحمن، آپ کے پاک ناموں کا واسطہ ہے آپ ہم پر ۷۰ ماؤں سے زیادہ مہربان ہیں اور ہمارے اوپر بے حد و حساب انعامات و احسانات آپ نے فرمائے ہیں۔ لہذا آپ ہم پر رحم بھی فرمائیں۔ کیونکہ آپ نے مونین بن پر رحم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ دنیا میں اپنے دین رحمت سے نوازیں گے۔ اس لیے اپنے دین رحمت سے ہمیں ڈھانپ لیں۔ اور آخرت میں بھی رحم فرماتے ہوئے جنت الافردوس سے نوازیں۔ آمین

کیا اللہ کا نام؛ خدا؛ ہے؟

قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ رب العزت اپنا نام؛ اللہ؛ ہی استعمال فرماتے ہیں۔ جس کا مادہ؛ الہ؛ ہے جس کا مطلب و مدعای ہی؛ حاکم مطلق؛ ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ وہ اکیلے ہی تمام کائنات، اس میں موجود تمام مخلوق، اور انسان کے؛ خالق؛ مالک؛ رازق؛ اور؛ حاکم مطلق؛ ہیں۔ اور ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ انسان اللہ رب العزت کو اپنا اور تمام کائنات کا؛ خالق؛ مالک؛ رازق، تو مانتا ہے، لیکن؛ الہ؛ یعنی؛ حاکم مطلق؛ ماننے سے انکاری ہے۔ اسی لئے تمام انبیاء کرام نبیوں؛ محمد؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو؛ لا الہ الا اللہ؛ کامشن دیا گیا۔ فرمایا یہ گیا کہ جو لوگ یہ کلمہ پاک قبول کریں، وہ مجھے اپنا حاکم تسلیم کرتے ہوئے اپنی دنیاوی زندگی میں میری حاکیت (دین و خلافت) کو قائم کرتے ہوئے اپنے ذمہ لگائی گئی؛ عبادت؛ کا حق ادا کریں۔ جس طرح پوری کائنات پر میری حاکیت قائم ہے۔ دوسرے الفاظ میں اللہ رب العزت کی حاکیت (قیام دین و خلافت) کو تسلیم کرنا، اور عملاً اس کے لئے محنت و کوشش کرنا انسان کا مقصد زندگی (عبادت) ہے۔ یہی توجیہ الہی ہے۔

تاریخِ اسلامی اس بات کی گواہ ہے کہ عرب کے لوگ، خاص طور پر قریش مکہ اللہ رب العزت کو؛ اللہ؛ کے نام سے جانتے اور پکارتے تھے۔ انہیں عجم کے الحادی ناموں کا علم بھی نہیں تھا، مثلا؛ خدا، بھگوان، ایشور، اور God وغیرہ۔ اس کے باوجود اللہ رب العزت نے انہیں مشرک اور کافر کہا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ وہ اللہ رب العزت کے؛ اللہ؛ کے نام سے تو واقف تھے، ان کو اپنا؛ خالق، مالک، رازق، بھی مانتے تھے، جیسے قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے، لیکن اللہ رب العزت کو؛ الہ؛ یعنی حاکم نہیں مانتے تھے۔ لہذا اسی بنیاد پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو؛ کلمہ طیبہ؛ لا الہ الا اللہ؛ کا سلوکن دیا گیا، کہ لوگوں کو؛ الہ؛ اللہ رب العزت کے حاکم ہونے کی دعوت دیں۔ اگر تسلیم کریں تو مسلم ہیں، نہ تسلیم کریں تو وہ کافر و مشرک ہیں۔ اسی بنیاد پر قریش مکہ کو مشرک و کافر قرار دیا گیا تھا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ بصیر (پاک و ہند) اور فارس میں اکثر لوگ اللہ رب العزت کے لئے لفظ؛ خدا؛ کا استعمال کرتے ہیں۔ جب کہ یہ فارسی کا لفظ ہے (نہ کہ اردو کا)۔ فارسی میں یہ لفظ غیر اللہ کے لئے استعمال کیا جاتا

ہے، مثلاً بیوی اپنے شوہر کو مجازی خدا کہتی ہے، کشتی کے ملاح کو ناخدا (ناوَخَدَا) کہتے ہیں، شاعروں اور ادیبوں کو خدا ہے سخن کہتے ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ موسیوں کے عقیدہ کے مطابق دو (۲) خدا ہیں، ایک خدا ہے سخن کہتے ہیں؛ (اچھائی کا خدا) اور دوسرا؛ خدا ہے سخن کہتے ہیں؛ (برائی کا خدا)، یعنی ہر خدا ناقص ہے جب کہ اللہ رب العزت تو تمام کمزوریوں سے پاک و منزہ ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں کے ہزاروں خدا ہیں جن کی وہ پوجا کرتے ہیں۔

یاد رہے اللہ رب العزت نے تو یہ نام ہمیں نہیں بتائے، نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے بتائے ہیں۔ جب کہ ہم تو کسی انسان کو بھی اپنی مرضی سے نام نہیں دے سکتے، تعارف کے بعد ہم اس کو اس کے نام سے پکارتے اور لکھتے ہیں۔ تو کیا اللہ رب العزت کو ہم اپنی مرضی سے نام دے کر پکار سکتے ہیں؟؟ نہیں ہرگز نہیں! کیوں کہ اللہ رب العزت نے اس کام سے سختی سے منع فرمادیا ہے۔ اللہ رب العزت کا ذاتی نام؛ اللہ؛ ہے، اس کے علاوہ صفاتی نام جو اللہ رب العزت نے ہمیں؛ اسماء حسنی؛ کے تحت قرآن مجید میں اور رسول اللہ ﷺ نے احادیث میں بتایے وہ محفوظ ہیں اور ہم تک پہنچ چکے ہیں لہذا انہیں ان؛ اسماء حسنی؛ سے پکاریں اور لکھیں۔ یاد رکھیں! خالق کو ان کی مخلوق اپنی مرضی سے نام نہیں دے سکتی، جیسے قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے کہ؛ ﴿وَإِلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَاۚ وَذَرُوا النَّذِينَ يُلْحَدُونَ فِي أَسْمَاءٍۚ هُنَّ سَيِّعِجَزُونَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الاعراف: ۱۸۰) اللہ رب العزت ہی کے لئے ہیں اسماء الحسنی انہیں ان ہی سے پکاریں، چھوڑ دو ان لوگوں کو جو ان کو الحاد کے ناموں سے پکارتے ہیں، جو لوگ ایسا کرتے ہیں (الحاد کے ناموں سے پکارتے ہیں) ان کو ان کے کیسے ہوئے عمل کی سزا مل کر رہے گی۔ اب سعودی عرب والوں نے بھی قرآن کے ترجمہ؛ حسن البيان؛ سے خدا کا لفظ نکال دیا ہے اور مقدمہ میں لکھ دیا ہے لہذا حاصل مدعایہ ہے کہ اللہ رب العزت کو نہ ان ناموں سے پکارا جائے اور نہ لکھا جائے۔ مثلاً؛ خدا، بھگوان، ایشور، او تاریا God وغیرہ، تاکہ ان کی سزا سے بچا جاسکے۔ بلکہ اسماء حسنی سے پکارا جائے۔

غلط فہمی اور اس کا ازالہ

- ۱۔ غیر عربی یعنی عجمی لوگوں کو اسلام کی دعوت پہنچانے اور سمجھانے کے لئے ہمیں یہ نام؛ خدا؛ اور God وغیرہ استعمال کرنے پڑتے ہیں۔
- ۲۔ ہمیں کیا معلوم کہ یہ نام؛ اللہ؛ کے ہی ہوں، کیونکہ تمام دنیا میں مختلف علاقوں میں انبیاء کرام آتے رہے ہیں لہذا ممکن ہے ان کی زبانوں میں یہ؛ اللہ؛ کے نام کے طور پر استعمال کیے جاتے ہوں۔
- ۳۔ کیونکہ دنیا کے مختلف علاقوں میں رہنے والے مختلف مذاہب کے لوگ یہ نام استعمال کرتے ہیں، لہذا ان کو اسلام کی دعوت سمجھانے کے لئے ان ناموں کا استعمال کرنے میں کیا حرج ہے؟

۳۔ کیونکہ یہ نام ہمارے بڑے علماء و مشائخ اور مفتیاں دین نے بھی اپنی تحریروں اور تقریروں میں استعمال کیے ہیں، لہذا یہ غلط توبیہ ہو سکتے اور پھر ہماری زبان میں بھی عام مستعمل ہیں۔

اگر بھی یا غیر عربی لوگوں کو اسلام کی دعوت پہنچانے اور سمجھانے کے لئے؛ خدا: God، وغیرہ کے ناموں کو استعمال کرنا اتنا ہی ضروری ہے، تو پھر درج ذیل سوالات کا جواب ملنا چاہئے۔

۱۔ دین اسلام کی وہ کوئی دعوت ہے جو ان ناموں کے استعمال کے بغیر نہیں دی جاسکتی یا سمجھائی نہیں جاسکتی۔

۲۔ تو پھر کیا ان کی جگہ پر بھگوان، ایشور، اور اوتار وغیرہ بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں؟ ان کو استعمال کرنے پر کیا اعتراض ہے؟

۳۔ کیا یہ سب الحاد کے نام اسماء حسنی میں شامل ہیں؟ - تو پھر اللہ رب العزت نے اسماء حسنی سے پکارنے کا کیوں حکم کیا ہے؟

۴۔ کیا درج بالا الحاد کے نام؛ اللہ؛ الہ، رب، رحمن اور رحیم کا نام البدل ہیں؟
جاائزہ!

قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو درج ذیل نقاط کھل کر سامنے آتے ہیں:

۱۔ جیسے کہ قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں انبیاء کرام؛ دین اسلام: کی دعوت اپنی علاقائی زبانوں میں لے کر آتے رہے۔

۲۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ امکان یہ ہے کہ درج بالا مختلف نام ان علاقائی زبانوں میں اللہ رب العزت کے نام کے طور پر استعمال ہوتے رہے ہیں۔ لہذا ان ناموں کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سابقہ انبیاء کرام کی اقوام نے ان کی دعوت کو مسخر کیا اور بگاڑ دیا۔ اس بگاڑ کی وجہ سے؛ دین اسلام؛ مذہب کی شکل اختیار کرتا رہا، اس لئے غالب امکان یہ ہے کہ ان ناموں کو بھی بگاڑ جاتا رہا ہوگا۔ اسی وجہ سے انبیاء کرام بار بار آتے رہے اور انسانوں کو بھولا ہو سبق سکھاتے رہے۔

۳۔ ان مذاہب کے بگاڑ کی وجہ سے ہی انبیاء کے ذریعے دین حق کا اعادہ کیا جاتا رہا اور ان مذاہب کو رد کیا جاتا رہا، اور ان کی بگڑی ہوئی شریعتوں کو بھی منسون کیا جاتا رہا۔ کیونکہ مذہب ان الحاد کے ناموں کا محض، پوجا پاٹ؛ کا نام ہی بن کر رہ گیا تھا، اور ہے۔

۴۔ جس طرح مذاہب کی مسخر شدہ شریعت کو منسون کیا جاتا رہا، یقیناً اسی طرح ان کے دیے ہوئے بگاڑ (الحاد) کے ناموں کو بھی منسون کیا جاتا رہا ہوگا۔

۵۔ جب کہ؛ اسلام؛ نام ہے اس دین (نظام زندگی) کا جس میں اللہ رب العزت کو؛ الہ؛ رب؛ (حاکم مطلق) زندگی کے

ہرگوشے میں تسلیم کیا جاتا ہے جس کا ان الحاد (منکرین دین اسلام) کے ناموں کے ساتھ دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔
۶۔ میرے محترم بھائیو! اگر تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بڑے بڑے علماء، مشائخ و مفتیان نے یہ نام استعمال کیے ہیں، لہذا ہم ان مقدس ہستیوں کو جھلانہیں سکتے، تو یہ سوچ و نظریہ اور بھی خطرناک ہے۔ کہ ہم نے ان بزرگوں کو با رباب من دون اللہ؛ کے مقام پر پہنچا دیا ہے۔

لہذا یاد رہے! کہ سورہ الاعراف کی آیت مبارکہ نمبر ۱۸۰ کے حکم کے مطابق اسمائے حسنی کی جگہ پر ہم کوئی الحاد یا منکرین دین حق کے دیے ہوئے نام سے اللہ رب العزت کو نہ پکار سکتے اور نہ ہی دعا مانگ سکتے ہیں، اگر پکاریں گے تو سزا یا عذاب کے مستحق ہوں گے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

یہ آیت مبارکہ سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت ہے۔ یہ چار الفاظ پر مشتمل ہے: ﴿الْحَمْدُ... لِلّٰهِ... رَبِّ...﴾ اور **الْعَالَمِينَ ۝** جس میں اللہ اور رب پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

ا۔ اللہ (سبحانہ تعالیٰ)

؟ اللہ۔ تو اللہ تعالیٰ جمل شانہ کا نام نامی اسم گرامی ہے۔ جو کہ اللہ رب العزت کی ذات گرامی قدر کے علاوہ کسی اور کے لیے نہ بولا جاتا ہے اور نہ ہی بولا جاسکتا ہے۔ آئیے ہم قرآن مجید سے ہی پوچھتے ہیں کہ اللہ رب العزت اپنے "اللہ" تعالیٰ کے اسم مبارک کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ:

۱۔ ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ حَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَآتَىٰ يُؤْفِكُونَ ۝﴾ (سورۃ الزخرف: ۸۷)

"اگر آپ ﷺ ان سے پوچھو کر انہیں کس نے پیدا کیا تو یہ ضرور کہیں گے کہ "اللہ تعالیٰ" نے، تو پھر کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہو؟"

۲۔ ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَآتَىٰ يُؤْفِكُونَ ۝﴾ (سورۃ العنكبوت: ۶۱)

"اگر آپ ان سے پوچھو کر آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کر رکھا ہے؟ تو یہ ضرور کہیں گے کہ "اللہ تعالیٰ" نے تو پھر کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہو؟"

۳۔ ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ تَرَكَ مِنَ السَّمَاءِ مَاً فَأَخَيْمًا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اكْثَرُهُمْ لَا يَعْقُلُونَ ۝﴾ (سورۃ العنكبوت: ۶۳)

"اگر ان سے پوچھو کر کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو جلا اٹھایا؟ تو یہ ضرور کہیں گے کہ "اللہ تعالیٰ" نے، تو پھر کہو "الحمد للہ" لیکن اکثر لوگوں کو عقل ہی نہیں ہے۔"

۴۔ ﴿قُلْ لَمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ قُلْ مَنْ ذَرَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ وَرَبُّ الْعُرُشِ الْعَظِيمِ ۝ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَكَبَّرُونَ ۝ قُلْ مَنْ يَبْدِدُ مَلَوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ فَآتَىٰ تُسْحَرُونَ ۝﴾ (سورۃ المومنون: ۸۴ تا ۸۹)

"ان سے پوچھو کرہ بتاؤ اگر تم جانتے ہو تو کہ زمین اس کی ساری آبادی (خلقوق) کس کی ہے؟ یہ ضرور کہیں گے کہ "اللہ تعالیٰ" کی۔ تو کیا ان کو یاد کرتے ہو؟ ان سے پوچھو کرہ ساتوں آسمان اور عرش عظیم کا "رب (حاکم)" کون

ہے؟ تو یہ ضرور کہیں گے کہ "اللہ تعالیٰ" تو پھر کیا اللہ رب العزت سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارتے ہو؟ ان سے کہو کہ بتاؤ اگر تم جانتے ہو کہ ہر چیز پر اقتدار کس کا ہے؟ اور کون ہے جو پناہ دیتا ہے؟ اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ ضرور جواب دیں گے "اللہ تعالیٰ" تو پھر کہاں سے دھوکہ کھار ہے ہو؟"

۵۔ ﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَأْدُكَ إِلَى مَعَادٍ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِيٌ
ضَلَلٍ مُّبِينٍ^{۱۳} وَمَا كُنْتَ تَرْجُوا أَنْ يُلْقَى إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونُنَّ ظَهِيرًا
لِّلْكُفَّارِينَ^{۱۴} وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنِ اِيمَانِكَ بَعْدَ اذْنِنَّكَ لِرَبِّكَ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ وَلَا تَكُونُنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ^{۱۵}
وَلَا تَنْعِ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا أَخْرَى لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَلَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ^{۱۶}﴾

(القصص: ۸۵-۸۸)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جن ذات گرامی قدر نے یہ قرآن آپ پر فرض کیا ہے، یقیناً وہ آپ کو ایک بہترین انجام کو پہنچانے والے ہیں۔ آپ اعلان فرمادیں! کہ میرے رب العزت (حاکم اعلیٰ) کو علم ہے کہ ہدایت و راہنمائی لے کر کون آیا ہے، اور کھلی گمراہی میں کون بتلا ہے۔ ۸۵۔ جب کہ یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کو اس بات کی ہرگز امید نہ تھی، کہ آپ کی طرف کتاب (قرآن) اتاری جائے گی، یہ تو محض آپ کے رب العزت (حاکم اعلیٰ) کی طرف سے رحمت ہوئی ہے۔ لہذا آپ کفار (منکرین دین حق) کے مددگار نہ بنیں۔ ۸۶۔ اور ایسا بھی نہ ہو پائے، کہ اللہ رب العزت کی طرف سے جب آیات (احکامات) نازل ہو جائیں تو کفار (منکرین دین حق) آپ کو ان (کے عمل) سے باز رکھیں۔ لہذا آپ اپنے رب العزت (حاکم اعلیٰ) کی طرف لوگوں کو دعوت دیں، اور ہرگز مشرکین میں شامل نہ ہوں۔ ۸۷۔ یاد رکھیں! اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ رب العزت کے ساتھ کسی دوسرے کو الہ (حاکم مطلق) نہ پکارو، کیوں کہ اللہ رب العزت کے بغیر کوئی اور الہ (حاکم مطلق) نہیں ہے۔ یاد رکھیں! تمام (دنیاوی) اشیاء ہلاک ہو جانے والی ہیں، سو اے اللہ رب العزت کی ذات گرامی قدر کے، یہ بھی یاد رکھیں! حکم (حاکمیت، حکومت، Rite) صرف ان ذات گرامی قدر کی ہے، اور انہی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔ ۸۸۔"

۶۔ ﴿أَفَحَسِبُتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّمَا إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ^{۱۷} فَتَعْلَمَ اللَّهُ الْمُلْكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
رَبُّ الْعُرُشِ الْكَرِيمُ^{۱۸} وَمَنْ يَنْعِ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا أَخْرَى لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حَسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّمَا لَا
يُفْلِحُ الْكُفَّارُونَ^{۱۹}﴾ (المؤمنون: ۱۱۵-۱۱۷)

"کیا تم لوگ یہ سمجھتے تھے، کہ ہم نے تمہیں عبث (بے کار، بے مقصد) پیدا کیا ہے؟ اور یہ کہ تم لوگ ہماری طرف (حساب کے لئے) لوٹائے نہ جاؤ گے؟ ۱۱۵۔ جب کہ اللہ رب العزت ہی ارفع و اعلیٰ (کائنات کے) حقیقی مالک و حاکم ہیں، ان کے علاوہ کوئی الہ (حاکم مطلق) نہیں ہے۔ اور وہی عرشِ کریم کے بھی رب العزت (حاکم

اعلیٰ) ہیں۔ اس لئے جو بھی اللہ رب العزت کے ساتھ کسی اور کو وال (حاکم مطلق) کے طور پر پکارتا ہے، اس کے پاس اس کی کوئی سند نہیں ہے، یقیناً اس کا حساب اس کے رب العزت (حاکم اعلیٰ) کے پاس ہوگا، بلا شک و شبہ کفار (منکرین دین حق) فلاخ نہیں پائیں گے۔ ۷۔ لہذا آپ یہ پکاریں کہ! اے رب العزت (حاکم اعلیٰ) آپ مغفرت فرمائیں، اور حرم فرمائیں، کیوں کہ آپ بہترین رحم فرمانے والے ہیں۔ ۱۱۸۔“

۷۔ ﴿إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ۝ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١١﴾ وَهَذِهِ يَهَا إِبْرَاهِيمَ بَنِيَهُ وَيَعْقُوبُ طَيْبَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ أَصْطَفَ لِكُمُ الدِّينَ فَلَا تَوُثُّنَ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٢﴾ أَمْ كُنْتُمْ شَهَادَةً إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمُوْتُ لِإِذْ قَالَ لِبَنِيَهُ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي طَقَّا لَوْلَا تَعْبُدُ إِلَهًا وَإِلَهَ أَبَّكُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْبَعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَأَجَدَّا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿١٣﴾﴾ (البقرة: ۱۳۰ - ۱۳۳)

”کیونکہ جب ابراہیم علیہ السلام کے رب العزت (حاکم اعلیٰ) نے حکم دیا کہ: اسلام: (کہ دین اسلام میں داخل ہو جائے)، ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ میں دین اسلام میں داخل ہو گیا، اپنے: رب العزت کے حکم پر۔ ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب علیہ السلام نے بھی نصیحت کی! کہ اے بیٹو! اللہ رب العزت نے تمہارے لیے دین اسلام کو (اطور نظام زندگی) چین لیا ہے، لہذا تمہاری زندگی دین اسلام کے بغیر نہ گزرے (یعنی موت دین اسلام کے بغیر نہ آئے) موت کے وقت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے پوچھا؟ کہ میرے مرنے کے بعد کس کی: عبادت: کرو گے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ: ہم عبادت کریں گے آپ کے؛ اللہ: (حاکم، معبد) کی اور آپ کے باپ دادا، ابراہیم، اسماعیل اور الحسن علیہم السلام کے: اللہ: کی جو کہ ایک ہی: اللہ: (حاکم، معبد، رب) ہیں۔ اور ہم سب ان کے ہی مسلم (دین اسلام کو قبول کرنے والے) ہیں۔“

۸۔ ﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَدُّوسُ السَّلَمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَمَّمُ الْعَزِيزُ الْجَبَارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشَرِّكُونَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصْوِرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى طَيْسِحَ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٤﴾﴾ (سورۃ الحشر: ۲۳، ۲۴)

”کیونکہ اللہ رب العزت تو وہ ذات گرامی قدر ہیں جن کے سوا کوئی اللہ (حاکم، رب، معبد) نہیں، جو غائب و پوشیدہ اور ظاہر و حاضر ہر شئی کا علم رکھتے ہیں، اور وہی ذات گرامی؛ الرحمن: (انسانیت پر مقام و مرتبہ، دین حق اور رزق کے تمام انعام و اکرام کرنے والے) ہیں، اور؛ الرحیم: (دین اسلام پر ایمان لانے والوں کو دین رحمت سے نوازنے والے) ہیں۔ وہ ”اللہ تعالیٰ“ کی ذات گرامی قدر ہیں جن کے بغیر کوئی ”اللہ“ (حاکم، معبد، رب) نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ (پوری کائنات و انسان) کے مالک (حاکم و بادشاہ)، (ہر قسم کے عیب

سے) پاک و مقدس ، سلامتی دینے والے، امن دینے والے، نگہبان، (محافظ) حاکم و بادشاہ، زبردست (غالب و زور آور) عظمت و بڑائی والے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پاک و منزی ہیں اس شرک سے جو یہ لوگ (انسان) کر رہے ہیں۔ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی (پوری کائنات کے) خالق، ایجاد کرنے والے، صورت گری کرنے والے ہیں۔ انہیں کے لیے تمام پاک نام (اسماء الحسنی) ہیں انہی کے احکامات کی تعییل کر رہی ہے تمام مخلوق آسمانوں و زمین کی، کیونکہ وہی کمال حکمت سے حکومت کر رہے ہیں۔ حاکم مطلق ہیں۔“

۹۔ ﴿ قُلْ إِنَّمَا يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَهُنَّ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴾ (الأنبياء: ۱۰۸)

”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اعلان فرمادیں، کہ بلاشبہ و شبہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارے؛ الہ؛ (حاکم مطلق، رب، معبد) ایک ہی ہیں، تو پھر کیا تم تسلیم کرتے ہو۔“

﴿ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنَكَ ﴾ (الأنبياء: ۸۷)

”آپ کے سوا کوئی؛ الہ؛ (حاکم مطلق، رب، معبد) نہیں، اور آپ پاک ہیں (شراکت سے)۔“

﴿ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاوَاتِ اللَّهُ وَفِي الْأَرْضِ اللَّهُ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴾ (الزخرف: ۸۴)

”اور وہی ذاتِ گرامی تدر جو آسمان میں؛ الہ؛ (حاکم مطلق، رب، معبد) ہیں، وہی ذاتِ زمین میں بھی؛ الہ؛ (حاکم مطلق) ہیں۔“

﴿ وَإِلَهُنَا وَإِلَهُكُمْ وَاحِدُوْنَ حُنْكَرَةً مُسْلِمُونَ ﴾ (العنکبوت: ۴۶)

”اور ہمارے اور تمہارے؛ الہ؛ ایک ہی ہیں، ہم تو انہیں تسلیم کرتے ہیں۔“

﴿ إِنَّمَا أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا أَنَا عَبْدِنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِنِي ﴾ (طہ: ۱۴)

”بلاشبہ میں ہی؛ اللہ؛ ہوں میرے سوا کوئی؛ الہ؛ (حاکم، رب، معبد) نہیں، لہذا میری ہی؛ عبادت؛ (حاکیت، میرادِ دین قائم) کرو۔“

۱۰۔ ﴿ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴿ اللَّهُ الصَّمَدُ ﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوَّاً أَحَدٌ ﴾

(سورۃ الإخلاص)

”کہو“ وہ اللہ“ کیتا (ایک) ہے اللہ تعالیٰ سب سے بے نیاز ہیں (سب اس کے محتاج ہیں) نہ ان کی کوئی اولاد ہے اور نہ ہی وہ کسی کی اولاد ہیں اور کوئی ان کا ہمسر نہیں ہے (ہم مرتبہ، نظیر، مشابہ، مثل نہیں ہے)“

درج بالا آیات مقدسہ میں اور قرآن پاک میں جگہ جگہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنا نام نامی۔؛ اللہ تعالیٰ؛ استعمال فرماتے ہیں جس کا مامادہ“ اللہ“ ہے۔ جس کا مطلب و مدعایہ“ حاکم مطلق“ ہے۔ اس کے علاوہ بھی قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلے ہی تمام کائنات اور اس میں موجود تمام مخلوق کے“ خالق“ ہیں، ”مالک“ ہیں، ”رازق“ ہیں، اور پھر

"حاکم مطلق ہیں" اور ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ جبکہ انسان اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اپنا اور کائنات کا خالق، مالک، رازق تو مانتا ہے لیکن "اللہ" حاکم مطلق ماننے سے انکاری ہے اور یہ حاکمیت الہی کا قیام ہی انسانی معاشرے میں وہ "عبادت" ہے جس کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اللہ رب العزت کی حاکمیت (اقامتِ دین/ قیامِ خلافت) کو مانا، تعلیم کرنا، اور عملاً اس کے لیے محنت و کوشش کرنا اور قائم کرنا ہی دنیا میں بھیجنے کا انسان کا مقصد حیات/ زندگی ہے یہی توحید باری تعالیٰ ہے۔

۲۔ رب:

اور رب وہ اسم صفت ہے جو اللہ رب العزت کے حاکم ہونے کا مظہر ہے۔ جو کہ تمام عالمین اور انسانوں کے حاکم مطلق ہیں۔ جب کہ رب کا لفظ دنیا کے عام بادشاہوں کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ ہم یہ آیت مبارکہ کیوں بار بار پڑھتے ہیں۔ تو اس کا مطلب و مقصد کیا ہے؟ آئیے اب ہم اللہ رب العزت کے دیئے ہوئے قرآن مجید سے یہ پوچھتے ہیں۔ کہ ہمیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کیا راہنمائی دیتے ہیں۔

۱۔ ﴿ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَّا سُتُّ بِرَبِّكُمْ ۚ قَالُوا بَلِّيٌ شَهِدْنَا ۖ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۝ أَوْ تَقُولُوا إِنَّا أَشْرَكَ أَبَا وَنَّا مِنْ قَبْلٍ وَكُنَّا ذَرِيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ ۝ أَفَتَهْلِكُنَا إِبَّا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۝ وَ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَتِ وَ لَعَنَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۷۲ تا ۱۷۴)

"اس آیت مبارکہ کے بارے میں اللہ رب العزت قرآن مجید فرقانِ حمید میں فرماتے ہیں۔ اے بنی اکرم! آپ لوگوں کو یادداو وہ وقت جب آپ کے رب العزت نے بنی آدم کی پستوں سے ان کی نسل (نسل انسانی) کو نکالا، اور خود انہیں ان پر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا۔ (عہد لیا تھا)" کہ کیا میں تمہارا رب (حاکم) نہیں ہوں" تو سب نے کہا" کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب کریم ہیں۔ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں"۔ یہ گواہی ہم نے اس لیے لی تھی کہ کہیں قیامت کے دن تم یہ نہ کہو کہ" ہم بھول ہی گئے تھے کہ آپ ہمارے رب کریم ہیں" (ہم تو اس سے دنیا میں بے خبر تھے) یا تم لوگ یہ نہ کہو کہ" شرک (نظام باطل) تو ہمارے آبا و اجداد کر رہے تھے اور ہم بعد میں ان کی نسل سے پیدا ہوئے تھے (دنیا میں)۔ پھر کیا آپ ہمیں ان باطل پرستوں (باطل نظام چلانے والوں) کے جرم میں کپڑتے ہیں (سزا دیتے یا ہلاک کرتے ہیں)۔ دیکھو اس طرح ہم اپنی آیات/ احکامات کو تفصیل سے بیان کر رہے ہیں کہ آپ لوگ (اس نظام باطل سے نظامِ حق)/ اللہ رب العزت کی طرف پلٹ آئیں"۔

۲۔ ﴿ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَمْلَى لِكُلَّ شَيْءٍ حَلْقَةً ثُمَّ هَدَى ۝﴾ (طہ: ۵۰)

"اے بنی اسرائیل! آپ ان سے فرمائیں! موسیٰ نے فرعون کو جواب دیا! ہمارے رب العزت وہ ہیں

جنہوں نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی پھر بدایت و رہنمائی عنایت کی۔“

۳۔ ﴿لَكِتْهُ هُوَ اللَّهُ رَبِّيْ وَ لَا اُشْرِكُ بِرَبِّيْ أَحَدًا﴾ (الکھف: ۳۸)

”اے نبی آپ ان سے فرمائیں! میرے رب العزت (حاکم) تو اللہ ہی ہیں اور میں ان کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔“

۴۔ إِنَّ هُذِهِ أَمْتَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ (سورۃ الانبیاء: ۹۲)

”اے نبی آپ ان سے فرمائیں! یہ تمہاری امت (انسانیت) درحقیقت ایک ہی امت ہی (یعنی تمہارا دین/نظام ایک ہے) میں ہی تمہارا رب العزت (حاکم) ہوں پس تم میری عبادت کرو۔ (میرا دین/حاکمیت/حکومت قائم کرو)۔“

۵۔ ﴿قَالَ بَلْ رَبِّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَى ذَلِكُمْ مِنَ الشَّهِيدِينَ﴾ (سورۃ الانبیاء: ۵۶)

(سورۃ الانبیاء: ۵۶)

”ابراہیم نے نمرود کو جواب میں کہا تمہارے رب العزت وہی ہیں جو آسمان و زمین کے رب (حاکم) ہیں اور ان کو پیدا کرنے والے ہیں اور میں اس پر تمہیں گواہی دیتا ہوں۔“

۶۔ ﴿وَقَالَ الْمَلَكُ أَتُتُوْنِ بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَأَلَهُ مَا بَأْلُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَعْنَ آيِدِيهِنَّ إِنَّ رَبِّيْ لِكَيْدِهِنَّ عَلَيْهِمْ﴾ (سورۃ یوسف: ۵۰)

”قصہ یوسف! یوسف نے قیدی ساتھی کو کہا کہ اپنے رب (بادشاہ، حاکم) کے پاس واپس جاؤ! اور پوچھو عورتوں کا معاملہ کیا تھا؟“

۷۔ ﴿وَقَالَ لِلَّذِيْ طَنَّ أَنَّهُ تَاجٌ وَنَهْمًا ذَكْرِيْ عِنْدَ رَبِّكَ فَأَنْسَلَهُ الشَّيْطَنُ ذَكْرَ رَبِّهِ فَلَمَّا كَثُرَ فِي السَّجْنِ بِضُحَّى سِنِيْنِ﴾ (سورۃ یوسف: ۴۲)

”یوسف نے کہا کہ اپنے رب (شاہ مصر) سے میرا ذکر کرنا۔“

۸۔ ﴿يَصَاحِبِي السَّجْنَ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْعِيْ رَبَّهُ خَمْرًا وَأَمَّا الْأُخْرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الظَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِيْ فِيهِ سَتَقْتِيلَنِ﴾ (یوسف: ۴۱)

”اے زندگی کے ساتھیو! تمہارے خواب کی تعبیر یہ کہ تم میں سے ایک اپنے رب (شاہ مصر) کو شراب پلائے گا۔“

۹۔ ﴿إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَائِبٍ إِلَّا هُوَ أَخْذُلُ بِنَا صِيَّبَهَا إِنَّ رَبِّيْ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ﴾ (سورۃ ہود: ۵۶)

”میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں جو کہ میرے اور آپ سب کے ربِ کریم (حاکم) ہیں۔ کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جو اللہ ربا العزت کے ہاتھ (قبضہ و کنٹرول) میں نہ ہو۔ بلاشبہ میرے ربِ العزت سیدھی راہ پر ہیں۔“

۱۰۔ ﴿كَذَلِكَ أَسْنَنَكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَّةٌ لَتَتَّلَوَّ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ قُلْ هُوَ رَبُّ الْأَلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكِّلُونَ وَاللَّيْهِ مَنَابٌ﴾ (الرعد: ۳۰)

”اے محمد ﷺ! اسی شان سے ہم نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ایک ایسی قوم میں جس سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں۔ تاکہ آپ ان لوگوں کو وہ پیغام سناؤ جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے۔ جبکہ وہ اپنے مہربان رب کی (حاکیت) کے انکاری ہیں۔ ان سے کہو کہ میرے ربِ العزت وہ ہیں جن کے علاوہ کوئی الہ/ رب/ حاکم نہیں ہے۔ جن پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور ان کی طرف ہی پلٹتا ہوں۔“

۱۱۔ ﴿ذِلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيلٌ﴾ (الانعام: ۱۰۲)

”وہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارے رب (حاکم) ہیں! ان کے علاوہ تمہارا کوئی رب/الہ/حاکم/معبدوں نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کے خالق ہیں ان کی عبادت کرو اور تمام کاموں کے وہ کار ساز ہیں۔“

۱۲۔ ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةٍ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُعْنِي شَيْءًا الَّيْلَ الَّتَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَتَّىٰ شَيْءًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالثُّجُومُ مُسْخَرَتٍ بِإِمْرٍ إِلَّا كُلُّهُ الْحَقُّ وَالْأَمْرُ تَبَرَّأَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (الاعراف: ۵۴)

”درحقیقت تمہارے رب (حاکم) وہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں جنہوں نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ پھر عرش سلطنت پر جلوہ فرمایا۔ جورات کو دن پر ڈھانک دیتے ہیں اور دن رات کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔ جنہوں نے سورج، چاند اور تارے پیدا کیے۔ جو سب کے سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ خبردار! تخلیق بھی اللہ کی ہے اور امر/ حکم/ حاکیت بھی صرف انہی اللہ ربِ العزت کی ہے۔ بہت ہی با برکت ہیں جو تمام عالمین کے رب/ حاکم/ الہ ہیں۔“

۱۳۔ ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةٍ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ذِلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ وَأَفْلَاتَنَّ كَرْوَانَ﴾ (یونس: ۳)

”بلاشبہ تمہارے ربِ العزت (حاکم اعلیٰ) اللہ تعالیٰ ہیں جنہوں نے آسمان و زمین بنائے چھ دنوں میں اور پھر عرش حکومت پر متمکن ہو گئے اور تمام احکامات و معاملات تدبیر و حکمت سے چلا رہے ہیں۔ وہی ربِ العزت ہیں۔ جو تمہارے سب کے رب (حاکم) ہیں لہذا تم صرف انہی کی عبادت (حاکیت/ دین